تعداد رکعات
قیام رمضان
کا تحقیقی جائزہ

تالیف
حافظ زبیر علی زئی

مکتبہ اسلامیہ

تعداد رکعات
قیام رمضان
کا تحقیقی جائزہ
تالیف
حافظ زبیر علی زئی
www.KitaboSunnat.com
مکتبہ اسلامیہ

کتاب .... تعداد رکعات قیام رمضان

تالیف .... حافظ زبیر علی زئی

ناشر .... محمد سرور عاصم

کمپوزنگ .... مکتبۃ الحدیث

اشاعت .... ستمبر 2006ء

قیمت ....

ملنے کا پتہ

مکتبہ اسلامیہ

لاہور | بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار فون: 042-7244973

فیصل آباد | بیرون امین پور بازار کوتوالی روڈ فون: 041-2631204

اٹک | مکتبۃ الحدیث حضرو فون: 057-2310571

فہرست عناوین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمدلله رب العلمين والصلوٰة والسلام علىٰ رسوله الأمين، أما بعد:

قربِ الٰہی کے حصول کے لئے جتنی بھی تگ ودو کی جائے کم ہے کیونکہ اہل ایمان کی زندگی کا مطمحِ نظر ہی یہ ہوتا ہے کہ اس کائنات میں اللہ رب العزت راضی ہو جائے اور آخرت میں وہ سُرخرو ہو جائیں۔

اس سلسلے میں ایک بہترین ذریعہ قیام اللیل ہے جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:((عليكم بقيام الليل فإنه دأب الصالحين قبلكم، و قربة إلى الله عزوجل و مكفرة للسيّئات و منهاة عن الإثم))

قیام اللیل کو لازم پکڑو کیونکہ یہ تم سے پہلے نیک وصالح لوگوں کا طریقہ ہے۔ اور یہ تقرب الی اللہ، خطاؤں کا کفارہ اور گناہوں سے محفوظ رہنے کا ذریعہ ہے۔

[کتاب فضل قیام اللیل والتہجد واللفظ لہ:۴ واسنادہ حسن، سنن ترمذی ۳۵۴۹ ب]

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:((و أفضل الصلاة بعد الفريضة صلاة الليل))

فرض نماز کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والی نماز، رات کی نماز ہے۔[صحیح مسلم:۱۱۶۳]

یہی نماز جب ماہِ رمضان میں ادا کی جاتی ہے تو قیامِ رمضان اور عام لوگوں کے نزدیک تراویح وغیرہ کہلاتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:((من قام رمضان إيماناً و احتساباً غفرله ما تقدم من ذنبه)) جس شخص نے ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے رمضان کا قیام کیا اس کے سابقہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔[صحیح بخاری:۱۹۰۱، صحیح مسلم:۷۵۹]

اس قدر فضیلت والی نماز کی تعدادِ رکعات کیا ہے؟

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

" ما كان يزيد في رمضان ولا في غيره علىٰ إحدىٰ عشرة ركعة " إلخ

رمضان ہو یا غیر رمضان رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔

[صحیح بخاری: ۲۰۱۳]

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی گواہی سے معلوم ہوا کہ

۱: تہجد، قیام اللیل، قیامِ رمضان اور تراویح وغیرہ ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں۔

۲: رسول اللہ ﷺ رمضان ہو یا غیر رمضان رات کو گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔

سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

"صلى بنا رسول الله ﷺ في رمضان ثمان ركعات والوتر" إلخ

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں رمضان میں آٹھ رکعتیں اور وتر پڑھائے۔

[صحیح ابن خزیمہ ۲/۱۳۸ ح ۱۰۷۰، صحیح ابن حبان (الاحسان) ۴/۶۲، ۶۴ ح ۲۴۰۱، ۲۴۰۶]

یہی تعداد رکعات جلیل القدر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی ثابت ہے۔

امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اُبی بن کعب اور تمیم الداری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو (قیامِ رمضان میں) گیارہ رکعات پڑھائیں۔

[موطأ امام مالک ۱/۱۱۴ ح ۲۴۹، السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۴۹۶]

بلکہ آلِ تقلید، غیر اہلِ حدیث تک اس حقیقت کا اعتراف کر چکے ہیں کہ سنت گیارہ رکعات ہی ہیں۔ مثلاً:

ملا علی قاری حنفی نے کہا:

"فتحصل من هذا كله أن قيام رمضان سنة إحدىٰ عشرة بالوتر في جماعة فعله عليه الصلوٰة والسلام"

اس سب کا حاصل (نتیجہ) یہ ہے کہ قیامِ رمضان (تراویح) گیارہ رکعات مع وتر، جماعت کے ساتھ سنت ہے، یہ آپ ﷺ کا عمل ہے۔

[مرعاۃ المفاتیح ۳/۳۸۲]

خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی لکھتے ہیں:

''اور سنت مؤکدہ ہونا تراویح کا آٹھ رکعت تو بالاتفاق ہے'' [براہین قاطعہ ص ۱۹۵]

☆ جب رسول اللہ ﷺ، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور خود غیر اہلِ حدیث اکابر سے ثابت ہو گیا کہ تراویح ۸+۳ =۱۱ (گیارہ) رکعات ہیں تو پھر...... قیل وقال چہ معنی دارد؟

ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ملحوظ رکھنا چاہیے:

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [النور:٦٣]

''جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انھیں اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں یا انھیں کوئی المناک عذاب پہنچے۔''

زیرِ نظر کتاب اس سے قبل ''تعداد رکعاتِ قیامِ رمضان کا تحقیقی جائزہ'' کے نام سے شائع ہو چکی ہے جو کئی مضامین کا مجموعہ ہے۔ اصل کتاب ''نور المصابیح فی مسئلۃ التراویح'' ہے لیکن مختلف اوقات میں مختلف لوگوں کے اعتراضات وشبہات میں لکھے گئے جوابات بھی اس میں ضم کر کے شائع کر دیئے گئے تھے۔

اُسلوبِ کتاب

فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے کتاب کے شروع میں ایک فکر انگیز مقدمہ تحریر کیا ہے جس میں انھوں نے اس سلسلے میں لکھی جانے والی کتابوں میں پائے جانے والے اکاذیب، مغالطات، تناقضات، خیانتیں، جہالتیں اور آلِ تقلید کی شعبدہ بازیاں ذکر کر کے واضح کیا ہے کہ یہ لوگ کس طرح سادہ لوح عوام کو بہلانے پھسلانے میں لگے ہوئے ہیں۔

مقدمے کے بعد'' نور المصابیح فی مسئلۃ التراویح'' کا آغاز ہوتا ہے جس میں استاذ محترم نے مدلل، علمی اور تحقیقی بحث کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ۸+۳ =۱۱ (گیارہ) رکعات تراویح پڑھتے تھے۔

بعض لوگوں نے ''مسنون تراویح بیس ہیں'' کے نام سے ایک اشتہار شائع کیا تھا

جس پر علمی و تحقیقی نظر نے اس کے کمزور اور بودے ''دلائل'' کو تار تار کر دیا۔

مسعود احمد خان دیو بندی نامی شخص نے ''ضیاء المصابیح فی مسئلۃ التراویح'' کتاب لکھ کر سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ ثابت کرنے کی کوشش کی تو استاذِ محترم نے اپنے قلم کو صرف اس لئے جنبش دی تاکہ لوگوں پر حقیقتِ حال آشکارا ہو جائے۔ یہی وجہ محمد شعیب قریشی صاحب کا جواب لکھنے کی ہے تاکہ ان کی غلط فہمیوں کی اصلاح ہو سکے۔ اور تمام لوگوں کو بھی علمی فائدہ پہنچے۔

آخر میں دو جامع مباحث ''حدیث اور اہلحدیث'' کے ''ابواب التراویح'' کا مکمل جواب اور ''آٹھ رکعات تراویح اور غیر اہل حدیث علماء'' کے اضافے نے اس کتاب کی افادیت و جامعیت کو مزید بڑھا دیا ہے۔ واضح رہے کہ مذکورہ کتاب میں فوائد کے تحت تکرار کو عمداً چھوڑ دیا گیا ہے۔ نیز اب اس کتاب کو ظاہری و باطنی حسن کے ساتھ دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔

قابلِ توجہ: تراویح (قیامِ رمضان) کے سلسلے میں تفصیلی مطالعہ کے لئے مولانا نذیر احمد رحمانی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم تالیف: ''انوار مصابیح بجواب رکعاتِ تراویح'' ملاحظہ کریں کیونکہ یہ کتاب بہت سے علمی و تحقیقی فوائد اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔

آخر میں اللہ کے حضور دعا گو ہوں کہ ہمارے استاذ محترم حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کی تمام تر علمی و دینی کاوشوں کو قبول فرمائے اور اس محنت وسعی کو ذریعۂ نجات بنائے۔ (آمین)

والسلام

حافظ ندیم ظہیر

(۲۸ رجب ۱۴۲۷ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

(صرف اور صرف) بیس رکعات قیام رمضان (تراویح) کے باجماعت "سنت مؤکدہ" ہونے پر تقلید پرستوں کا تمام لٹریچر درج ذیل اقسام پر مشتمل ہے:

1۔ اکاذیب

مثلاً محمد حسین نیلوی مماتی دیوبندی اپنی کتاب "فتح الرحمٰن فی قیام رمضان" کے صفحہ ۱۳۵ پر قیام رمضان کے بارے میں لکھتے ہیں:

"حضرت نبی کریم ﷺ بیک سلام چار چار رکعات پڑھتے تھے"

تقریباً یہی بات مسعود احمد خان کاملپوری دیوبندی کی "ضیاء المصابیح" (صفحہ ۵۸) اور خیر محمد جالندھری دیوبندی کی "بیس تراویح کا ثبوت" (صفحہ ۱۵) وغیرہ میں بھی ہے۔

حالانکہ قیام رمضان کے بارے میں ایسی کوئی روایت ذخیرۂ حدیث میں موجود نہیں ہے کہ آپ ﷺ چار رکعتیں ایک سلام سے پڑھتے تھے، ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی جو حدیث صحیح بخاری میں ہے: كان يصلي أربعاً یعنی آپ چار رکعات پڑھاتے تھے، کی تشریح صحیح مسلم (۲۵۴/۱ ح ۷۳۶) میں ام المومنین ہی سے ثابت ہے کہ " يسلم بين ركعتين " آپ ﷺ ہر دو رکعات پر سلام پھیر دیتے تھے۔

2۔ تناقضات

موطأ امام مالک کی ایک منقطع روایت (جس میں بیس کا عدد مذکور ہے) کو صحیح ثابت کرنے کے لئے متعدد تقلید پرستوں نے شاہ ولی اللہ الدہلوی الحنفی (متوفی ۱۱۷۶ھ) کا قول زور و شور سے پیش کیا ہے کہ اہل حدیث (محدثین) کے نزدیک موطأ امام مالک کی تمام

روایات صحیح ہیں۔ الخ (حجۃ اللہ البالغہ) دیکھئے حبیب الرحمٰن مؤی اعظم گڑھی دیو بندی کی کتاب ''رکعات تراویح ص ۶۳، ۶۴'' خیر محمد جالندھری کی ''بیس رکعات صفحہ ۳۵، ۳۶'' مسٹر نور احمد چشتی کی ''سیف الحنفی ص ۱۰۴'' روح الامین ''اشاعتی'' کی ''قیام رمضان صفحہ ۱۴۲، ۱۴۳'' وغیرہ۔

جبکہ دوسری طرف موطأ امام مالک کی ایک متصل اور بالا جماع ثقہ راویوں کی روایت (جس میں گیارہ کا عدد مذکور ہے) کو خود ساختہ اضطراب گھڑ کر، مضطرب وضعیف کہہ کر جان چھڑانے کی کوشش کی گئی ہے۔

مثلاً دیکھئے خیر محمد کی ''بیس رکعات کا ثبوت'' (صفحہ ۲۴، تا ۲۶) اعظم گڑھی کی ''رکعات تراویح صفحہ ۷، ۸ صفحہ ۳۷ تا صفحہ ۴۰'' وغیرہ۔

ابو القاسم رفیق دلاوری صاحب ''التوضیح عن رکعات التراویح'' (صفحہ ۱۶۷) میں لکھتے ہیں:

''اور بسیط ارض پر صرف امام مالک ہی کی ایسی ہستی ہے جس نے دنیا میں سب سے پہلے آٹھ رکعت تراویح کا تذکرہ چھیڑا''

عرض ہے کہ کیا دار الہجرت کے امام کی ہستی کوئی معمولی ہستی ہے؟

دلاوری صاحب مزید لکھتے ہیں:

''اسی طرح ہمیں یقین ہے کہ گیارہ کی روایت جو موطأ امام مالک میں ہے اسناداً بالکل صحیح ہے لیکن ہمارے ''اہل حدیث'' حضرات کی بدقسمتی سے امام مالک اکیس کو گیارہ سمجھنے میں غلط فہمی کا شکار ہو گئے تھے'' (صفحہ ۱۷۰)

حالانکہ غلط فہمی کا الزام قطعاً مردود ہے، شوق نیموی حنفی نے بھی سختی سے اس الزام کی تردید کی ہے دیکھئے ''تعلیق آثار السنن صفحہ ۲۵۰'' اور مولانا المحقق الفقیہ نذیر احمد رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کی ''انوار مصابیح بجواب رکعات تراویح'' صفحہ ۲۳۶ وغیرہ۔

متعدد تقلید پرست مصنفین نے ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان کی بیس رکعات اور غیر جماعت

والی موضوع روایت سے استدلال کیا ہے۔ دیکھئے فتح الرحمٰن ص ۵۵، سیف الحنفی صفحہ ۷۔
بلکہ حیاتی دیوبندیوں کے مناظر ماسٹر امین اوکاڑوی ''ابو معاویہ صفدر'' صاحب نے اپنے رسالہ ''تحقیق مسئلہ تراویح'' کے سرورق پر یہ موضوع روایت لکھی ہے اور صفحہ ۹ پر اسے ''صحیح'' لکھا ہے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون

حالانکہ تقلید پرستوں نے بھی اس موضوع روایت کا (کم از کم) ضعیف ہونا تسلیم کر رکھا ہے۔ دیکھئے ''التوضیح عن رکعات التراویح'' ص ۷۹، روح الامین کا رسالہ ''قیام رمضان'' صفحہ ۲۹، حضرو کے دیوبندیوں کا اشتہار وغیرہ، ان میں سے بعض نے یہ دعویٰ بھی کر رکھا ہے:

''حاصل یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ سے تراویح کے متعلق کوئی خاص حد و تعین قطعاً ثابت نہیں ہے۔''

(قیام رمضان از روح الامین صفحہ ۱۰) نیز دیکھئے خیر محمد صاحب کی ''بیس تراویح کا ثبوت'' صفحہ ۹، حبیب الرحمٰن اعظم گڑھی کی ''رکعات تراویح'' صفحہ ۱۶

3۔ خیانتیں

مثلاً روح الامین دیوبندی نے ''قیام رمضان'' صفحہ ۱۸ میں امام ترمذی کی جامع سے ایک کلام نقل کیا اور عنوان ''بیس رکعات تراویح پر امت کا اتفاق'' لکھا ہے لیکن انھوں نے امام احمد بن حنبل کا قول حذف کر دیا جس میں اس اتفاق کے پرخچے اڑا دیے گئے ہیں۔

امام احمد فرماتے ہیں: روي في هذا ألوان، لم يقض فيه شئ

''اس میں رنگ رنگ روایت کئے گئے، انھوں نے اس میں کوئی فیصلہ نہیں کیا''

(سنن ترمذی مطبوعہ سعید کمپنی ۱/۱۶۶، ترجمہ از مطبوعہ سنن الترمذی ''نور محمد اصح المطابع کراچی'' ۱/۱۵۹ ح ۸۰۶)

یعنی امام احمد فرماتے ہیں کہ اس باب میں مختلف قسم کی روایتیں ہیں اور انھوں نے اس بات کا فیصلہ نہیں کیا کہ ان مختلف روایتوں میں کونسی روایت قابل اعتبار اور لائق اعتماد ہے۔

خیر محمد دیوبندی صاحب نے اس عبارت کے ترجمہ میں خود ساختہ بریکٹ لگا کر معنوی تحریف

کررکھی ہے۔ (بیس تراویح کا ثبوت صفحہ ۴۷)

4۔ شعبدہ بازیاں

افسوس کی بات ہے کہ بعض لوگوں نے ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان جیسے متروک اور متہم بالکذب راوی کی تقویت اور دفاع کی کوشش کی ہے مثلاً دیکھئے خیر محمد کی ''بیس تراویح کا ثبوت'' صفحہ ۴۰، نیلوی کی ''فتح الرحمٰن'' صفحہ ۵۷، نوراحمد چشتی کی ''سیف الحنفی'' صفحہ ۸۵، ۸۸، ۸۹، دلاوری کی ''التوضیح'' صفحہ ۱۴۲، اعظم گڑھی کی ''رکعات تراویح'' صفحہ ۵۶، ۵۷

حالانکہ زیلعی حنفی نے نصب الرایہ (ج ۲ ص ۱۵۳) میں ''الفقیہ'' ابوالفتح سلیم بن ایوب الرازی سے نقل کیا ہے کہ ابوشیبہ کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔ ابوشیبہ پر محدثین کی شدید جروح کے لئے میزان الاعتدال اور تہذیب التہذیب (۱۲۵/۱ ترجمہ: ۲۵۷) وغیرہ دیکھیں۔

5۔ تہجد اور تراویح

بعض تقلید پرستوں نے تہجد اور تراویح میں فرق کرنے کی کوشش کی ہے اور عدمِ فرق کو (صرف اور صرف) ''غیر مقلدین'' کا مسلک قرار دیا ہے، حالانکہ انور شاہ کشمیری دیوبندی بھی عدمِ فرق کے قائل اور معلن (اعلان کرنے والے) تھے۔

6۔ دعوئ اجماع

بعض نے (صرف اور صرف) بیس رکعات کے عدد کی با جماعت نماز کے سنت ہونے پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے، حالانکہ خود ان کی کتب میں زبردست اختلاف کا تذکرہ ہے، دیکھئے دلاوری کی ''التوضیح'' (صفحہ ۱۴۶) اور العینی الحنفی کی ''عمدۃ القاری'' (۱۲۶/۱۱، ۱۲۷) وغیرہ۔

7۔ جہالتیں

بعض لوگوں نے متعدد جہالتوں کا ارتکاب کر رکھا ہے مثلاً بعض نے اسحاق بن

راھویہ کو اسحاق بن یسار بنا دیا ہے اور بعض نے نافع بن عمر کو نافع مولیٰ ابن عمر بنا دیا ہے۔
دیکھئے ''التوضیح'' صفحہ ۱۴۷، ۱۵۰

8۔ مغالطات

متعدد تقلید پرستوں نے اصل موضوع سے غیر متعلق بحث چھیڑ کر سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے، مثلاً:

آٹھ رکعات والی ایک روایت کی ایک سند میں محمد بن حمید الرازی ہے جس پر خیر محمد جالندھری (بیس رکعات تراویح کا ثبوت ص ۲۱) محمد حسین نیلوی (فتح الرحمن صفحہ: ۱۱۵، ۱۲۰) نے شدید جرح کی ہے تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ اس روایت کا دارومدار صرف اور صرف محمد بن حمید پر ہے، حالانکہ یہی روایت اس کے علاوہ جعفر بن حمید الکوفی، ابو الربیع الزہرانی، عبدالاعلیٰ بن حماد، مالک بن اسماعیل اور عبیداللہ بن موسیٰ نے بھی بیان کر رکھی ہے لہٰذا بے چارے محمد بن حمید پر اس روایت کا الزام نرا مغالطہ ہے۔

9۔ دعویٰ اور دلیل میں عدمِ مطابقت

تقلید پرستوں کا یہ دعویٰ ہے کہ صرف اور صرف بیس رکعات تراویح سنت مؤکدہ ہے اس دعویٰ کی تائید کے لئے متعدد منقطع و ضعیف روایات (جو اپنے دعویٰ پر واضح نہیں ہیں) کے ساتھ ساتھ انھوں نے کئی ایسے آثارِ تابعین پیش کئے ہیں جن میں ہے کہ فلاں تابعی بیس رکعات پڑھتے تھے، فلاں تابعی نے لوگوں کو بیس رکعات پڑھتے ہوئے پایا، دیکھئے خیر محمد صاحب کی کتاب ''بیس رکعات تراویح کا ثبوت'' حبیب الرحمٰن صاحب کی ''رکعات تراویح'' وغیرہ۔

حالانکہ ان آثار کا دعویٰ سے کوئی تعلق نہیں ہے کسی تابعی کا بیس رکعات یا اکیس پڑھنا اس کی دلیل نہیں ہے کہ یہی عدد سنت مؤکدہ ہے، بلکہ یہ اس کی بھی دلیل نہیں کہ عدد مذکور کو تابعی مذکور سنت سمجھ کر پڑھتے تھے، تقلید پرستوں کا دعویٰ اس وقت قابلِ مسموع ہو سکتا ہے کہ جب وہ

تابعین وغیرہم کے ان آثار میں یہ صراحت ثابت کر دیں کہ وہ یہ رکعات سنتِ رسول ﷺ یا سنتِ خلفائے راشدین یا سنتِ مؤکدہ وغیرہ سمجھ کر پڑھتے تھے، إذليس فليس

10۔ گھٹیا اور بازاری زبان

مثلاً مسٹر نور احمد چشتی اپنی کتاب ''سیف الحنفی'' میں مولانا محمد رفیق السّلفی حفظہ اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں: ''ایک جاہل سلفی'' (ص ۷۲)

محمد امین اوکاڑوی صاحب (!) لکھتے ہیں: ''غیر مقلدین کے گرگٹ کی طرح بدلتے ہوئے رنگ'' (تحقیق مسئلہ تراویح صفحہ ۲۹)

راقم الحروف نے اپنے مختلف مضامین میں جنھیں اس کتاب میں یکجا کر دیا گیا ہے، کتاب وسنت اور اجماع کو پیش نظر رکھتے ہوئے انتہائی انصاف اور غیر جانبداری کے ساتھ اصولِ محدثین سے ثابت کیا ہے کہ رمضان اور غیر رمضان میں، سال کے بارہ مہینوں میں عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد صبح کی اذان تک گیارہ رکعات قیام سنت ہے، وتر کے بعد احیاناً دو رکعات اس عموم سے مستثنیٰ ہیں، ہماری تحقیق میں حالت حضر میں یہ دو رکعات سیدنا امام اعظم محمد رسول اللہ ﷺ کا خاصہ ہیں، تاہم اگر کوئی انھیں عام سمجھے اور عمل پیرا ہو تو مجتہد ماجور ہے۔ واللہ اعلم

''تراویح'' کے موضوع پر اس کتاب کو آپ ان شاء اللہ ان تمام کتابوں کے رد کے لئے کافی پائیں گے جنھیں تقلید پرستوں نے اپنے اپنے نظریات کی تائید کے لئے لکھ اور پھیلا رکھا ہے۔

وما علينا إلا البلاغ

حافظ زبیر علی زئی

(۱۹۹۳ء طبع جدید ۲۰۰۶ء)

○○○

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نور المصابیح في مسئلة التراویح

الحمد للّٰه وحده و الصلوٰة و السلام علی من لانبي بعده ، أما بعد :

مسئلہ: ہمارے امامِ اعظم محمد رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز کے بعد صبح کی نماز تک گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔

دلیل 1:

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

" کان رسول اللہ ﷺ یصلي فیما بین أن یفرغ من صلاة العشاء وھي التي یدعوا الناس العتمة إلی الفجر إحدیٰ عشرة رکعة یسلم بین کل رکعتین ویوتر بواحدة " إلخ

رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد صبح تک گیارہ رکعات پڑھتے تھے اور اسی نماز کو لوگ عتمہ بھی کہتے تھے۔ آپ ہر دو رکعات پر سلام پھیرتے تھے اور ایک وتر پڑھتے تھے۔ الخ (صحیح مسلم ۲۵۴/۱ ح ۷۳۶)

دلیل 2:

ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کی رمضان میں (رات کی) نماز (تراویح) کیسی ہوتی تھی؟ تو ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

" ماکان یزید في رمضان ولا في غیرہ علی إحدیٰ عشرة رکعة " إلخ

رمضان ہو یا غیر رمضان رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، الخ

(صحیح بخاری ۲۶۹/۱ ح ۲۰۱۳، عمدة القاری ۱۲۸/۱۱، کتاب الصوم، کتاب التراویح باب فضل من قام رمضان)

ایک اعتراض:

اس حدیث کا تعلق تہجد کے ساتھ ہے۔ !

جواب:

تہجد، تراویح، قیام اللیل، قیام رمضان اور وتر ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں۔

دلیل ①

نبی ﷺ سے تہجد اور تراویح کا علیحدہ علیحدہ پڑھنا قطعاً ثابت نہیں ہے۔

دلیل ②

ائمۂ محدثین ودیگر علماء نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پر قیام رمضان اور تراویح کے ابواب باندھے ہیں، مثلاً:

۱: صحیح بخاری، کتاب الصوم (روزے کی کتاب) کتاب صلوٰۃ التراویح (تراویح کی کتاب) باب فضل من قام رمضان (فضیلت قیامِ رمضان)

۲: موطأ محمد بن الحسن الشیبانی: ص ۱۴۱، باب قیام شہر رمضان وما فیہ من الفضل۔

عبدالحیٔ لکھنوی نے اس کے حاشیہ پر لکھا ہے: "قوله ، قيام شهر رمضان ويسمى التراويح" یعنی: قیام رمضان اور تراویح ایک ہی چیز ہے۔

۳: السنن الکبریٰ للبیہقی (۲/۴۹۵، ۴۹۶) باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان

دلیل ③

متقدمین میں سے کسی ایک محدث یا فقیہ نے یہ نہیں کہا کہ اس حدیث کا تعلق نماز تراویح کے ساتھ نہیں ہے۔

دلیل ④

اس حدیث کو متعدد علماء نے بیس رکعات والی موضوع ومنکر حدیث کے مقابلہ میں بطور معارضہ پیش کیا ہے۔ مثلاً:

۱: علامہ زیلعی حنفی (نصب الرایہ ۲/۱۵۳)

۲: حافظ ابن حجر عسقلانی (الدرایہ ۱/۲۰۳)

۳: علامہ ابن ہمام حنفی (فتح القدیر ۱/۴۶۷ طبع دارالفکر)

۴: علامہ عینی حنفی (عمدۃ القاری ۱۱/۱۲۸)

۵: علامہ سیوطی (الحاوی للفتاوی ۱/۳۴۸) وغیرہم

دلیل ⑤

سائل کا سوال صرف قیامِ رمضان سے متعلق تھا جس کو تراویح کہتے ہیں، تہجد کی نماز کے بارے میں سائل نے سوال ہی نہیں کیا تھا۔ لیکن ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں سوال سے زائد نبی ﷺ کے قیامِ رمضان وغیر رمضان کی تشریح فرمادی لہٰذا اس حدیث سے گیارہ رکعات تراویح کا ثبوت صریحاً ہے۔

(ملخصاً من خاتمۂ اختلاف: ص ۶۴ باختلاف یسیر)

دلیل ⑥

جن لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ تہجد اور تراویح علیحدہ علیحدہ دو نمازیں ہیں، ان کے اصول پر نبی ﷺ نے ۲۳ رکعات تراویح (۲۰+۳) پڑھیں جیسا کہ ان لوگوں کا عمل ہے اور اسی رات کو گیارہ رکعات تہجد (۸+۳) پڑھی۔ (جیسا کہ ان کے نزدیک صحیح بخاری کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے)

یہاں پر اشکال یہ ہے کہ اس طرح تو یہ لازم آتا ہے کہ ایک رات میں آپ نے دو دفعہ وتر پڑھے، حالانکہ نبی ﷺ نے فرمایا: ((لا وتران في ليلة)) ایک رات میں دو وتر نہیں ہیں۔

(ترمذی ۱/۱۰۷ ح ۴۷۰، ابوداود: ۱۴۳۹، نسائی: ۱۶۷۸، صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۰۱، صحیح ابن حبان: ۶۷۱، اسنادہ صحیح)

اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی نے فرمایا: ”هٰذا حديث حسن غريب“

یاد رہے کہ اس حدیث کے سارے راوی ثقہ ہیں۔

چونکہ رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل میں تضاد نہیں ہو سکتا لہٰذا یہ ثابت ہو گیا کہ آپ ﷺ نے رات میں صرف ایک وتر پڑھا ہے، آپ ﷺ سے صرف گیارہ (۱۱)

رکعات (۸+۳) ثابت ہیں، ۲۳ ثابت نہیں ہیں (۲۰+۳) یعنی (۲۳) اور (۱۱) والی روایتوں میں صرف (۱۱) والی روایت ہی ثابت ہے لہٰذا تہجد اور تراویح میں فرق کرنا باطل ہے۔

دلیل ⑦

انور شاہ کشمیری دیوبندی نے یہ تسلیم کیا ہے کہ تہجد اور تراویح ایک ہی نماز ہے اور ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے، دیکھئے فیض الباری (۴۲۰/۲) العرف الشذی (۱۶۶/۱) یہ مخالفین کے گھر کی گواہی ہے۔ اس کشمیری قول کا جواب ابھی تک کسی طرف سے نہیں آیا۔

؎ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

دلیل ⑧

سیدنا امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تہجد اور تراویح دونوں کو ایک ہی سمجھتے تھے، تفصیل کے لئے دیکھئے فیض الباری (۴۲۰/۲)

دلیل ⑨

متعدد علماء نے اس شخص کو تہجد پڑھنے سے منع کیا ہے جس نے نماز تراویح پڑھ لی ہو۔

(قیام اللیل للمروزی بحوالہ فیض الباری ۴۲۰/۲)

یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان علماء کے نزدیک تہجد اور تراویح ایک ہی نماز ہے۔

دلیل ⑩

سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ کی روایت: "صلّی بنا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم في رمضان ثمان رکعات والوتر "الخ بھی اس کی مؤید ہے جیسا کہ آگے بالتفصیل آرہا ہے، لہٰذا اس حدیث کا تعلق تراویح کے ساتھ یقیناً ہے۔ تلك عشرة كاملة

دلیل 3:

سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں نماز پڑھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکعتیں اور وتر پڑھے.....الخ۔

(صحیح ابن خزیمہ ۱۳۸/۲ ح ۱۰۷۰، صحیح ابن حبان (الاحسان) ۶۲/۴، ۶۴ ح ۲۴۰۱، ۲۴۰۶)

ایک اعتراض

اس کی سند میں محمد بن حمید الرازی ہے۔(مختصر قیام اللیل للمروزی ص ۱۹۷) جو کہ کذاب ہے۔!

جواب: اس حدیث کو یعقوب بن عبداللہ القمی سے محمد بن حمید کے علاوہ اور بھی بہت سے راویوں نے بیان کیا ہے، مثلاً:

① جعفر بن حمید الکوفی: (الکامل لابن عدی ۱۸۸۹/۵، المعجم الصغیر للطبرانی ۱۹۰/۱)

② ابوالربیع (الزہرانی/مسند ابی یعلی الموصلی ۳۳۶/۳، ۳۳۷ ح ۱۸۰۱، صحیح ابن حبان ح ۲۴۰۱، ۲۴۰۶)

③ عبدالاعلیٰ بن حماد (مسند ابی یعلی ۳۳۶/۳ ح ۱۸۰۱، الکامل لابن عدی ۱۸۸۸/۵)

④ مالک بن اسماعیل (صحیح ابن خزیمہ ۱۳۸/۲ ح ۱۰۷۰)

⑤ عبیداللہ یعنی ابن موسیٰ (صحیح ابن خزیمہ ۱۳۸/۲، ۱۰۷۰)

یہ سارے راوی ثقہ وصدوق ہیں، لہٰذا محمد بن حمید پر اعتراض غلط اور مردود ہے۔

دوسرا اعتراض

اس کی سند میں یعقوب القمی ضعیف ہے، اس کے بارے میں امام دارقطنی نے کہا:

"ليس بالقوي"

جواب: یعقوب القمی ثقہ ہے، اسے جمہور علماء نے ثقہ قرار دیا ہے:

① نسائی نے کہا: ليس به بأس

② ابوالقاسم الطبرانی نے کہا: ثقة

③ ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کیا (اور اس کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے)

④ جریر بن عبدالحمید اسے "مومن آل فرعون" کہتے تھے۔

⑤ ابن مہدی نے اس سے روایت بیان کی۔(تہذیب التہذیب ۳۴۲/۱۱، ۳۴۳)

اور ابن مہدی صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔ (تدریب الراوی ۳۱۷/۱)

⑥ حافظ ذہبی نے کہا: صدوق (الکاشف ۲۵۵/۳)

⑦ ابن خزیمہ نے اس کی حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

⑧ نورالدین الہیثمی نے اس کی حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

⑨ امام بخاری نے تعلیقات میں اس سے روایت لی ہے اور اپنی "التاریخ الکبیر" (۳۹۱/۸ ت:۳۴۴۳) میں اس پر طعن نہیں کیا، لہٰذا وہ ان کے نزدیک بقولِ تھانوی ثقہ ہے۔
دیکھئے قواعد فی علوم الحدیث (ص ۱۳۶، ظفر احمد تھانوی)

⑩ حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۱۲/۳ تحت ح ۱۱۲۹) میں اس کی منفرد حدیث پر سکوت کیا ہے اور یہ سکوت (دیوبندیوں کے نزدیک) اس کی تحسینِ حدیث کی دلیل ہے۔
(دیکھئے قواعد فی علوم الحدیث ص ۵۵)

تیسرا اعتراض

اس روایت کی سند میں عیسیٰ بن جاریہ ضعیف ہے، اس پر ابن معین، الساجی، العقیلی، ابن عدی اور ابوداود نے جرح کی ہے، بعض نے منکر الحدیث بھی لکھا ہے۔

جواب: عیسیٰ بن جاریہ جمہور علماء کے نزدیک ثقہ، صدوق یا حسن الحدیث ہیں:

۱۔ ابوزرعہ نے کہا: لا بأس به

۲۔ ابن حبان نے الثقات میں ذکر کیا ہے۔

۳۔ ابن خزیمہ نے اس کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔

۴۔ الہیثمی نے اس کی حدیث کی تصحیح کی۔ (مجمع الزوائد ۷۲/۲)
اور اسے ثقہ کہا (مجمع الزوائد ۱۸۵/۲)

۵۔ البوصیری نے زوائد سنن ابن ماجہ میں اس کی حدیث کی تحسین کی ہے۔
(دیکھئے حدیث: ۴۲۴۱)

۶۔ الذہبی نے اس کی منفرد حدیث کے بارے میں "إسناده وسط" کہا۔

۷۔ بخاری نے التاریخ الکبیر (۳۸۵/۶) میں اسے ذکر کیا ہے اور اس پر طعن نہیں کیا۔

۸۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس کی حدیث پر سکوت کیا۔(۱۰/۳ تحت ح ۱۱۲۹)

۹۔ حافظ منذری نے اس کی ایک حدیث کو "باسناد جید" کہا۔

(الترغیب والترہیب ۵۰۷/۱)

۱۰۔ ابو حاتم الرازی نے اسے ذکر کیا اور اس پر کوئی جرح نہیں کی۔

(دیکھئے الجرح والتعدیل ۲۷۳/۶)

ابو حاتم کا سکوت (دیوبندیوں کے نزدیک) راوی کی توثیق ہوتی ہے۔

(قواعد فی علوم الحدیث ص ۲۴۷)

۱۱۔ نیموی حنفی نے اس کی بیان کردہ ایک حدیث کو "وإسناده صحيح" کہا۔

(آثار السنن: ۹۶۰ عن جابر رضی اللہ عنہ)

معلوم ہوا کہ یہ سند حسن ہے۔

دلیل: 4

سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رمضان میں آٹھ رکعتیں اور وتر پڑھے اور نبی ﷺ کو بتایا تو آپ ﷺ نے کچھ (رد) بھی نہیں فرمایا: ((فکانت سنة الرضا)) پس یہ رضامندی والی سنت بن گئی۔ (مسند ابی یعلیٰ ۳/۳۳۶، ح ۱۸۰۱)

علامہ ہیثمی نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا:

"رواه أبو يعلى والطبراني بنحوه في الأوسط وإسناده حسن"

اسے ابویعلیٰ نے روایت کیا اور اسی طرح طبرانی نے اوسط میں روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے۔ (مجمع الزوائد ۷۴/۲)

اس حدیث کی سند وہی ہے جو حدیثِ جابر رضی اللہ عنہ کی ہے، دیکھئے دلیل نمبر ۳

سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں:

"اپنے وقت میں اگر علامہ ہیثمی کو صحت اور سقم کی پرکھ نہیں، تو اور کس کو تھی؟"

(احسن الکلام ۲۳۳/۱، توضیح الکلام ۲۷۹/۱)

دلیل:5

سیدنا امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا اُبی بن کعب اور سیدنا تمیم الداری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ لوگوں کو (رمضان میں رات کے وقت) گیارہ رکعات پڑھائیں۔ (موطأ امام مالک ۱۱۴/۱ ح ۲۴۹، السنن الکبریٰ للبیہقی ۴۹۶/۲) یہ حدیث بہت سی کتابوں میں موجود ہے۔ مثلاً:

① شرح معانی الآثار (۲۹۳/۱) واحتج به
② المختارۃ للحافظ ضیاء المقدسی (بحوالہ کنز العمال ۴۰۷/۸ ح ۲۳۴۶۵)
③ معرفۃ السنن والآثار للبیہقی (ق ۳۶۷/۲، ۳۶۸ مطبوع ۳۰۵/۲ ح ۱۳۶۶ ب)
④ قیام اللیل للمروزی (ص ۲۰۰)
⑤ مصنف عبدالرزاق (بحوالہ کنز العمال ح ۲۳۴۶۵)
⑥ مشکوٰۃ المصابیح (ص ۱۱۵ ح ۱۳۰۲)
⑦ شرح السنۃ للبغوی (۱۲۰/۴ تحت ح ۹۹۰)
⑧ المہذب فی اختصار السنن الکبیر للذہبی (۴۶۱/۲)
⑨ کنز العمال (۴۰۷/۸ ح ۲۳۴۶۵)
⑩ السنن الکبریٰ للنسائی (۱۱۳/۳ ح ۴۶۸۷) اس فاروقی حکم کی سند بالکل صحیح ہے۔

دلیل ①

اس کے تمام راوی زبردست قسم کے ثقہ ہیں۔

دلیل ②

اس سند کے کسی راوی پر کوئی جرح نہیں ہے۔

دلیل ③

اسی سند کے ساتھ ایک روایت صحیح بخاری کتاب الحج میں بھی موجود ہے۔ (ح ۱۸۵۸)

دلیل ④

شاہ ولی اللہ الدہلوی نے ''اہل الحدیث'' سے نقل کیا ہے کہ موطأ کی تمام احادیث صحیح

ہیں۔ (حجۃ اللہ البالغہ ۲/۲۴۱، اردو)

دلیل ⑤

طحاوی حنفی نے " لهذا يدل " کہہ کر یہ اثر بطور حجت پیش کیا ہے۔

(معانی الآثار ۱/۱۹۳)

دلیل ⑥

ضیاء المقدسی نے المختارہ میں یہ اثر لا کر اپنے نزدیک اس کا صحیح ہونا ثابت کر دیا ہے۔

(دیکھئے اختصار علوم الحدیث ص ۷۷)

دلیل ⑦

امام ترمذی نے اس جیسی ایک سند کے بارے میں کہا: " حسن صحیح " (ح۹۲۶)

دلیل ⑧

اس روایت کو متقدمین میں سے کسی ایک محدث نے بھی ضعیف نہیں کہا۔

دلیل ⑨

علامہ باجی نے اس اثر کو تسلیم کیا ہے۔ (موطأ بشرح الزرقانی ۱/۲۳۸ ح۲۴۹)

دلیل ⑩

مشہور غیر اہلِ حدیث محمد بن علی النیموی (متوفی: ۱۳۲۲ھ) نے اس روایت کے بارے میں کہا: " وإسناده صحيح " (آثار السنن ص ۲۵۰) اور اس کی سند صحیح ہے۔

(لہٰذا بعض متعصب لوگوں کا پندرہویں صدی میں اسے مضطرب کہنا باطل اور بے بنیاد ہے)

سنت خلفائے راشدین

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فمن أدرك منكم فعليه بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ))

پس تم میں سے جو یہ (اختلاف) پائے تو اس پر (لازم) ہے کہ میری سنت اور میرے خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو لازم پکڑ لے، اسے اپنے دانتوں کے ساتھ (مضبوط) پکڑ لو۔ (سنن ترمذی ۲/۹۶ ح ۲۶۷۶)

اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی نے فرمایا: " ھذا حدیث حسن صحیح "

یاد رہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا خلیفۂ راشد ہونا نصِ صحیح سے ثابت ہے اور اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اقتدوا بالذين من بعدي أبي بكر و عمر))

میرے بعد ان دو شخصوں ابوبکر اور عمر کی اقتدا (اطاعت) کرنا۔

(سنن ترمذی ۲/۲۰۷ ح ۳۶۶۲، ابن ماجہ: ۹۷)

اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی نے فرمایا: " ھذاحدیث حسن "

لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ فاروقی حکم بھی حدیث مرفوع کے حکم میں ہے، جبکہ مرفوع احادیث بھی اس کی تائید کرتی ہیں اور ایک بھی صحیح مرفوع حدیث اس کے مخالف نہیں ہے۔

دلیل: 6

سیدنا السائب بن یزید (صحابی) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

" كنا نقوم في زمان عمر بن الخطاب رضي الله عنه بإحدىٰ عشرة ركعة ...... " إلخ

ہم (صحابہ رضی اللہ عنہم) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں گیارہ رکعات پڑھتے تھے...الخ (سنن سعید بن منصور بحوالہ الحاوی للفتاوی ۱/۳۴۹ وحاشیہ آثار السنن ص ۲۵۰)

اس روایت کے تمام راوی جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں۔

جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

" وفي مصنف سعيد بن منصور بسند في غاية الصحة "

اور یہ (گیارہ رکعات والی روایت) مصنف سعید بن منصور میں بہت صحیح سند کے ساتھ ہے۔

(المصابیح فی صلوٰۃ التراویح للسیوطی ص ۱۵، الحاوی للفتاوی ۱/۳۵۰)

لہٰذا ثابت ہوا کہ گیارہ رکعات قیامِ رمضان (تراویح) پر صحابۂ کرام کا اجماع ہے۔ (رضوان اللہ علیہم اجمعین)

دلیل: 7

مصنف ابن ابی شیبہ (متوفی ۲۳۵ھ) میں ہے کہ "إن عمر جمع الناس علىٰ أبي و تميم فكانا يصليان إحدىٰ عشرة ركعة إلخ " بے شک عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اُبی (بن کعب) اور تمیم (الداری) رضی اللہ عنہما پر جمع کیا، پس وہ دونوں گیارہ رکعات پڑھاتے تھے۔

(۲/۳۹۲ ح ۷۶۷۰)

اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے اور اس کے سارے راوی صحیح بخاری وصحیح مسلم کے ہیں اور بالاجماع ثقہ ہیں۔

دلیل: 8

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس رکعات تراویح قطعاً ثابت نہیں ہیں۔

انور شاہ کشمیری دیوبندی فرماتے ہیں: " وأما عشرون ركعة فهو عنه عليه السلام بسند ضعيف وعلىٰ ضعفه إتفاق " اور جو بیس رکعت ہیں تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ضعیف سند کے ساتھ (مروی) ہے اور اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔ (العرف الشذی ۱/۱۶۶)

لہٰذا بیس رکعات والی روایت کو امت مسلمہ کا "تلقی بالرد" حاصل ہے یعنی امت

نے اسے بالاتفاق رد کر دیا ہے۔

طحطاوی حنفی اور محمد احسن نانوتوی کہتے ہیں: " لأن النبي عليه الصلوٰة والسلام لم يصلها عشرين بل ثماني " بے شک نبی ﷺ نے بیس (رکعات) نہیں پڑھیں بلکہ آٹھ پڑھی ہیں۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ۱/۲۹۵ واللفظ لہ، حاشیہ کنز الدقائق ص ۳۶ حاشیہ:۴)

خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی نے کہا: ''اور سنت مؤکدہ ہونا تراویح کا آٹھ رکعت تو بالاتفاق ہے'' (براہین قاطعہ ص ۱۹۵) نیز دیکھئے ص ۱۰۹

عبدالشکور لکھنوی نے کہا: ''اگر چہ نبی ﷺ سے آٹھ رکعت تراویح مسنون ہے اور ایک ضعیف روایت میں ابن عباس سے بیس رکعت بھی......'' (علم الفقہ ص ۱۹۸)

یہ حوالے بطورِ الزام پیش کئے گئے ہیں۔

دلیل: 9

امیر المؤمنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے باسند صحیح متصل بیس رکعات تراویح قطعاً ثابت نہیں ہیں۔ یحییٰ بن سعید الانصاری اور یزید بن رومان کی روایتیں منقطع ہیں (اس بات کا اعتراف حنفی وتقلیدی علماء نے بھی کیا ہے) اور باقی جو کچھ بھی ہے وہ نہ تو خلیفہ کا حکم ہے اور نہ خلیفہ کا عمل اور نہ خلیفہ کے سامنے لوگوں کا عمل، ضعیف ومنقطع روایات کو وہی شخص پیش کرتا ہے جو خود ضعیف اور منقطع ہوتا ہے۔

دلیل: 10

کسی ایک صحابی سے باسند صحیح متصل بیس رکعات تراویح قطعاً ثابت نہیں ہیں۔

تلك عشرة كاملة

لہٰذا ثابت ہوا کہ گیارہ رکعات سنتِ رسول ﷺ، سنتِ خلفائے راشدین اور سنتِ صحابہ رضی اللہ عنہم ہے۔

ابوبکر بن العربی (متوفی ۵۴۳ھ) نے کیا خوب فرمایا ہے: " والصحيح أن يصلي إحدىٰ عشرة ركعة صلاة النبي ﷺ وقيامه فأما غير ذلك من الأعداد

فلا أصل لـه " اور صحیح یہ ہے کہ گیارہ رکعات پڑھنی چاہئیں (یہی) نبی ﷺ کی نماز اور قیام ہے،اوراس کے علاوہ جو اعداد ہیں تو ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(عارضۃ الاحوذی شرح الترمذی ۱۹/۴)

امام مالک رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا:

" الذي آخذ لنفسي في قيام رمضان ، هو الذي جمع به عمر بن الخطاب الناس إحدىٰ عشرة ركعة وهي صلوٰة رسول الله ﷺ ولا أدرِي من أحدث هذا الركوع الكثير "

میں تو اپنے لئے گیارہ رکعات قیامِ رمضان (تراویح) کا قائل ہوں اور اسی پر عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے لوگوں کو جمع کیا تھا، اور یہی رسول اللہ ﷺ کی نماز ہے، مجھے پتا نہیں کہ لوگوں نے یہ بہت سی رکعتیں کہاں سے نکال لی ہیں؟ (کتاب التہجد ص ۱۷۶ ح ۸۹۰، دوسرا نسخہ ص ۲۸۷)

قارئین کرام!

متعدد علماء (بشمول علمائے احناف) سے گیارہ رکعات (تراویح) کا سنت ہونا ثابت ہے، چونکہ ہمارے پیارے نبی ﷺ اور خلفائے راشدین اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے گیارہ رکعات ثابت ہیں۔ جیسا کہ اوپر گزرا ہے۔ لہٰذا ہمیں کسی عالم کا حوالہ دینے کی یہاں کوئی ضرورت نہیں ہے۔ وفيه كفاية لمن له دراية

مسئلہ تراویح کے ایک

اشتہار پر نظر

میرے ایک دوست (حافظ فردوس حضروی) نے مجھے ایک اشتہار دیا جس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ ''مسنون تراویح بیس ہیں'' اور یہ مطالبہ کیا ہے کہ اس کا مدلل جواب لکھا جائے لہٰذا یہ مختصر جواب انصاف پسند قاری کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ بیس رکعات تراویح کی سنت کا دعویٰ کرنے والے کی بات ''قولہ'' سے شروع کرکے اس کا جواب لکھا گیا ہے۔

قولہ: ''حدیث نمبرا: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت (تراویح) اور وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۳۹۴)''

جواب: یہ حدیث موضوع و من گھڑت ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ (۲/۳۹۴) میں یہ روایت'' إبراهيم بن عثمان عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس '' کی سند کے ساتھ ہے، اس کے راوی ابراہیم کے بارے میں علامہ زیلعی حنفی (متوفی ۷۶۲ھ) فرماتے ہیں:'' قال أحمد: منكر الحديث''

امام احمد نے کہا: یہ منکر احادیث بیان کرتا تھا۔ (نصب الرایہ ۱/۵۳)

علامہ زیلعی حنفی نے نصب الرایہ [۲/۶۶] میں اس کی ایک حدیث کو ضعیف کہا اور (ص ۶۷ پر) بیہقی سے یہ قول کہ '' وهو ضعيف '' (وہ ضعیف ہے) نقل کیا ہے۔ اور (ج ۲ ص ۱۵۳ پر) ابوالفتح سلیم بن ایوب الرازی الفقیہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ '' وهو متفق على ضعفه '' (اور اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے)

عینی حنفی فرماتے ہیں:'' كذبه شعبة وضعفه أحمد و ابن معين والبخاري والنسائي وغيرهم وأورد له ابن عدي هذا الحديث في الكامل في مناكيره ''

اسے (ابراہیم بن عثمان کو) شعبہ نے کاذب (جھوٹا) کہا ہے اور احمد، ابن معین، بخاری اور نسائی وغیرہ نے ضعیف کہا ہے اور ابن عدی نے اپنی کتاب الکامل میں اس حدیث کو اس شخص کی منکر روایات میں ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ۱۲۸/۱)

ابن ہمام حنفی نے فتح القدیر (۳۳۳/۱) اور عبدالحئی لکھنوی نے اپنے فتاویٰ (۳۵۴/۱) میں اس حدیث پر جرح کی ہے۔ انور شاہ کشمیری دیوبندی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:" وأما عشرون ركعة فهو عنه عليه السلام بسند ضعيف وعلى ضعفه اتفاق " اور جو بیس رکعت ہیں تو وہ آپ ﷺ سے ضعیف سند کے ساتھ (مروی) ہیں اور اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے ۔ (العرف الشذی ۱۶۶/۱)

ان کے علاوہ اور بھی دیوبندی علماء نے اس حدیث اور اس کے راوی پر جرحیں کی ہیں، مثلاً دیکھئے محمد زکریا کاندھلوی دیوبندی تبلیغی کی "اوجز المسالک" (۳۹۷/۱) وغیرہ

ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان پر محدثین کی شدید جروح کے لئے دیکھئے میزان الاعتدال (۴۷/۱، ۴۸) تہذیب التہذیب (۱۴۵،۱۴۴/۱) وغیرہما۔ علامہ سیوطی نے اس حدیث کے راوی پر شدید جرح کی اور کہا:" هذا حديث ضعيف جداً لا تقوم به حجة "

یہ حدیث سخت ضعیف ہے اس سے حجت قائم نہیں ہوتی۔ (الحاوی ۳۴۷/۱)

لہٰذا اسے کوئی تلقی بالقبول حاصل نہیں ہے بلکہ بڑے بڑے علماء مثلاً حافظ ذہبی، علامہ زیلعی، علامہ عینی اور ابن ہمام وغیرہم نے تو اسے رد کر دیا ہے یعنی اس روایت کو تلقی بالرد حاصل ہے، لہٰذا ان پڑھ لوگوں کو دھوکا دینا انتہائی قابلِ مذمت ہے۔

قولہ: "حدیث نمبر ۲: یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت ......"

جواب: یہ سند منقطع ہے۔

نیموی صاحب (متوفی ۱۳۲۲ھ) لکھتے ہیں:" قلت: رجاله ثقات لكن يحي بن سعيد الأنصاري لم يدرك عمر " میں کہتا ہوں اس کے راوی سچے ہیں لیکن یحییٰ

بن سعید الانصاری نے عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔ (حاشیہ آثار السنن ص۲۵۳ ح۷۸۰)

ایسی منقطع اور بے سند روایات کو انتہائی اہم مسئلہ میں پیش کرنا آخر کون سے دین کی خدمت ہے؟

قولہ: ''حدیث نمبر۳: امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو...... وہ انھیں بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔ (نسخہ ابوداود)''

جواب: یہ بات سفید جھوٹ ہے، ہمارے پاس سنن ابی داود کا جو نسخہ ہے اس میں یہ روایت بالکل نہیں ہے۔ ہمارے نسخے (۱۳۶/۲ ح۱۴۲۹ نسخہ مصریہ) میں جو روایت ہے اس میں '' فكان يصلي لهم عشرين ليلة ''

یعنی: وہ انھیں بیس راتیں پڑھاتے تھے۔ الخ کے الفاظ ہیں۔ امام بیہقی نے یہی حدیث امام ابوداود سے نقل کی ہے اس میں بھی بیس راتیں کا لفظ ہے۔

(السنن الکبریٰ ۴۹۸/۲)

اسی طرح مشکوٰۃ المصابیح اور تحفۃ الاشراف وغیرہما میں بھی یہی حدیث ابوداود سے بیس راتیں کے لفظ کے ساتھ منقول ہے۔

حافظ زیلعی حنفی نے نصب الرایہ (۱۲۶/۲) میں ابوداود سے یہی حدیث ''عشرين ليلة ''یعنی بیس راتیں کے لفظ کے ساتھ نقل کی ہے، اس کے علاوہ اور بھی بہت سے حوالے ہیں، انصاف پسند کے لئے یہی کافی ہیں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

قولہ: ''حدیث نمبر۴: یزید بن رومانؒ فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں رمضان میں ۲۳ رکعات پڑھتے تھے۔''

جواب: یہ روایت منقطع ہے جیسا کہ علامہ عینی حنفی نے عمدۃ القاری (۱۲۷/۱۱ طبع دار الفکر) میں تصریح کی ہے۔

نیموی نے کہا: '' يزيد بن رومان لم يدرك عمر بن الخطاب '' یزید بن رومان نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔ (آثار السنن، حاشیہ ص۲۵۳)

قولہ: ''حدیث نمبر ۵: حضرت سائب بن یزید صحابیؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ رمضان میں ۲۰ رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے۔''

جواب: بیہقی (۲/۴۹۶) میں یہ الفاظ قطعاً نہیں ہیں کہ لوگ عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس (۲۰) رکعت پڑھتے تھے، لہٰذا یہ کاتبِ اشتہار کا عثمان رضی اللہ عنہ پر سفید جھوٹ ہے۔

دوسرے یہ کہ اس روایت کا ایک راوی علی بن الجعد تشیع کے ساتھ مجروح ہے، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی تنقیص کرتا تھا۔ (دیکھئے تہذیب التہذیب وغیرہ) اس کی روایات صحیح بخاری میں متابعات میں ہیں، اور جمہور محدثین نے اس کی توثیق کی ہے لیکن ایسے مختلف فیہ راوی کی ''شاذ'' روایت موطأ امام مالک کی صحیح روایت کے خلاف کیوں کر پیش کی جاسکتی ہے؟

قولہ: ''حدیث نمبر ۶: حضرت ابوعبدالرحمٰن السلمی سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان میں......الخ''

جواب: یہ روایت سخت ضعیف ہے۔

السنن الکبریٰ للبیہقی (۲/۴۹۶) میں اس کا ایک راوی حماد بن شعیب ہے، جسے امام ابن معین، امام نسائی اور امام ابوزرعہ وغیرہم نے ضعیف کہا۔ امام بخاری نے ''منکر الحدیث ..... ترکوا حدیثه'' کہا۔ دیکھئے لسان المیزان (۲/۳۴۸)

اس پر نیموی کی جرح کے لئے دیکھئے حاشیہ آثار السنن ص ۲۵۴

اس کا دوسرا راوی عطاء بن السائب مختلط ہے، زیلعی حنفی نے کہا: ''لكنه اختلط بآخره و جميع من روى عنه في الإختلاط إلا شعبة و سفيان ......'' لیکن وہ آخر میں اختلاط کا شکار ہو گیا تھا، اور تمام جنھوں نے اس سے روایت کی ہے اختلاط کے بعد کی ہے سوائے شعبہ اور سفیان کے۔ (نصب الرایہ ۳/۵۸).

لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے ضعیف، منکر اور موضوع روایات چن چن کر اشتہار چھاپنا بہت ہی بُری بات ہے، آخر ایک دن مرنا بھی تو ہے، اس دن کے لئے کیا جواب سوچ

رکھا ہے؟

قولہ: ”حدیث نمبر ۷: ابوالحسناء فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ......“

جواب: یہ سند بھی ضعیف ہے۔

ابوالحسناء مجہول ہے۔ (تقریب التہذیب: ۸۰۵۳، ص ۱۰۴ للحافظ ابن حجر)

حافظ ذہبی نے کہا: ”لا یعرف“ وہ معروف نہیں ہے۔ (میزان الاعتدال ۵۱۵/۴)

نیموی نے بھی کہا: ”وھو لا یعرف“ (حاشیہ آثار السنن ص ۲۵۵)

قولہ: ”حدیث نمبر ۸: امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا بیس رکعات پڑھاؤ...... (مسند زید ص ۱۳۹)“

جواب: کاتب اشتہار کا زیدی شیعوں کی من گھڑت مسند زید سے حوالہ پیش کرنا انتہائی تعجب خیز ہے، اس مسند کے راوی عمرو بن خالد الواسطی کو محدثین نے بالاتفاق کذاب اور جھوٹا قرار دیا ہے، امام احمد اور امام ابن معین وغیرہما نے کہا: کذاب (تہذیب التہذیب وغیرہ) وہ زید بن علی سے موضوع روایات بیان کرتا ہے۔ (التہذیب، میزان الاعتدال ۲۵۷/۳)

اس کا دوسرا راوی عبدالعزیز بن اسحاق بن البقال بھی غالی شیعہ اور ضعیف تھا، (دیکھئے لسان المیزان ۲۵/۴، تاریخ بغداد ۴۵۸/۱۰) اس کتاب میں بہت سی موضوع روایات ہیں، مثلاً دیکھئے مسند زید (ص ۴۰۵)

قولہ: ”حدیث نمبر ۹: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیس تراویح پڑھاتے تھے۔ (قیام اللیل ص ۹۱)“

جواب: یہ سند منقطع ہے۔

قیام اللیل للمروزی کے ہمارے نسخے میں صفحہ ۲۰۰ پر یہ روایت بلا سند ”اعمش“ سے منقول ہے۔ عمدۃ القاری: (۱۲۷/۱۱) پر ”حفص بن غیاث عن الأعمش“ کے ساتھ اس کی سند مذکور ہے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ۳۲ھ یا ۳۳ھ میں مدینہ میں فوت ہوئے، اعمش ۶۱ھ میں پیدا ہوئے اور مشہور ثقہ مدلس تھے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان کی پیدائش سے بہت

عرصہ پہلے فوت ہو گئے تھے لہٰذا اس قسم کی منقطع روایت ''ڈوبتے کو تنکے کا سہارا'' لینے کے مترادف ہے، اس کی سند میں حفص بن غیاث بھی مدلس ہیں اور عن سے روایت کر رہے ہیں۔

قولہ: ''حدیث نمبر ۱۰: عطاء فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو بیس رکعات تراویح اور تین وتر ہی پڑھتے پایا۔ (ابن ابی شیبہ: ۲/۳۹۳)''

جواب: یہ نہ قرآن ہے نہ حدیث اور نہ اجماع اور نہ عمل خلفائے راشدین اور نہ عملِ صحابہ، دوسرے یہ کہ اس ترجمہ میں ''ہی'' کا لفظ غلط ہے، تیسرے یہ کہ نا معلوم لوگوں کا عمل کوئی شرعی حجت نہیں ہے، چوتھے یہ کہ نا معلوم لوگوں کا عمل خلیفۂ راشد کے حکم کے خلاف ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے، پانچویں یہ کہ اہل المدینہ اکتالیس ۴۱ رکعات پڑھتے تھے (سنن ترمذی ۱/۱۶۶ ح ۸۰۶) کیا ان کا یہ عمل شرعی حجت ہے ؟

اشتہار پر مختصر تبصرہ ختم ہوا، اب ''اہل الحدیث'' کے چند دلائل آنے والے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

مسنون تراویح مع وتر گیارہ (۸+۳=۱۱) رکعات ہیں

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

" كان رسول الله ﷺ يصلي فيما بين أن يفرغ من صلاة العشاء، وهي التي يدعو الناس العتمة إلى الفجر إحدىٰ عشرة ركعة يسلم بين كل ركعتين ويوتر بواحدة ...... " إلخ

رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد صبح تک گیارہ رکعات پڑھتے تھے اور ہر دو رکعات پر سلام پھیرتے تھے اور ایک وتر پڑھتے تھے ...الخ عشاء کی نماز کو لوگ "عتمہ" (بھی) کہتے ہیں۔ (صحیح مسلم ۱/۲۵۴ ح ۷۳۶)

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کی رمضان میں (رات کی) نماز (تراویح) کیسی ہوتی تھی؟ تو ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

"ما كان يزيد في رمضان ولا في غيره علىٰ إحدىٰ عشرة ركعة ......" إلخ

رمضان ہو یا غیر رمضان رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے...... الخ

(صحیح بخاری ۱/۲۶۹ ح ۲۰۱۳، عمدۃ القاری ۱۱/۱۲۸، کتاب الصوم، کتاب التراویح، باب فضل من قام رمضان)

سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: "صلّى بنا رسول الله في رمضان ثمان ركعات والوتر ......" إلخ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے رمضان میں نماز پڑھائی، آپ نے آٹھ رکعات اور وتر پڑھے...... الخ

(صحیح ابن خزیمہ ۲/۱۳۸ ح ۱۰۷۰، صحیح ابن حبان ۴/۶۲، ۶۴ ح ۲۴۰۱، ۲۴۰۶)

سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"میں نے رمضان میں آٹھ رکعات اور وتر پڑھے اور نبی ﷺ کو بتایا تو آپ نے کچھ بھی نہیں فرمایا۔ پس یہ رضامندی والی سنت بن گئی" (مسند ابی یعلیٰ ۳/۳۳۶ ح ۱۸۰۱)

نورالدین ہیثمی (متوفی ۸۰۷ھ) نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا: " إسناده حسن"

اس کی سند اچھی ہے۔ (مجمع الزوائد ۲/۷۲)

سیدنا الامام امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا اُبی بن کعب اور سیدنا تمیم الداری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ لوگوں کو (رمضان میں رات کے وقت) گیارہ رکعات پڑھائیں۔

(موطأ امام مالک ص ۹۸ ح ۲۴۹)

اس اثر کو متعدد علماء نے صحیح قرار دیا ہے۔ محمد بن علی النیموی (متوفی ۱۳۲۲ھ) اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں: "وإسناده صحيح" (آثار السنن ص ۲۵۰)

مصنف ابن ابی شیبہ (متوفی ۲۳۵ھ) میں ہے کہ "إن عمر جمع الناس على أبي و تميم فكانا يصليان إحدىٰ عشرة ركعة ...... " إلخ

بے شک عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اُبی (بن کعب) اور تمیم الداری رضی اللہ عنہما پر جمع کیا، پس وہ دونوں گیارہ رکعات پڑھاتے تھے۔ (۲/۳۹۱، ۳۹۲ ح ۷۶۷۰)

اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے اور اسے عمر بن شبہ (متوفی ۲۶۲ھ) نے بھی تاریخ المدینہ (۲/۷۱۳) میں روایت کیا ہے۔

سیدنا السائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "كنا نقوم في زمان عمر بن الخطاب رضي الله عنه بإحدىٰ عشرة ركعة ...... إلخ"

ہم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔

(سنن سعید بن منصور بحوالہ الحاوی للفتاوی ۱/۳۴۹، حاشیہ آثار السنن: ۲۵۰)

اس روایت کے بارے میں علامہ جلال الدین السیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) نے فرمایا:

" بسند في غاية الصحة " یعنی یہ بہت زیادہ صحیح سند کے ساتھ ہے۔

(المصابیح فی صلاۃ التراویح للسیوطی ص ۱۵ الحاوی للفتاوی ۱/۳۵۰)

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إنه من قام مع الإمام حتى ينصرف كتب له قيام ليلة...... إلخ

بیشک جو شخص امام کے ساتھ قیام کرتا ہے حتیٰ کہ وہ لوٹ جائے تو اس کے نامۂ اعمال میں ساری

رات کے قیام کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ (جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۶۶ ح ۸۰۶)

امام ترمذی نے فرمایا: " هذا حديث حسن صحيح "

ہمارے پیارے رسول اللہ ﷺ (فداہ ابی وامی) سے بیس رکعات تراویح قطعاً ثابت نہیں ہیں۔

انور شاہ کشمیری دیوبندی (متوفی ۱۳۵۲ھ) فرماتے ہیں:

" ولا مناص من تسليم أن تراويحه عليه السلام كانت ثمانية ركعات ولم يثبت في رواية من الروايات أنه عليه السلام صلى التراويح والتهجد عليحدة في رمضان......" إلخ

"اور اس بات کے تسلیم کرنے سے کوئی چھٹکارا نہیں ہے کہ بے شک آپ کی تراویح آٹھ رکعات تھی اور کسی ایک روایت میں بھی یہ ثابت نہیں ہوا کہ آپ نے رمضان میں تراویح اور تہجد علیحدہ علیحدہ پڑھے ہوں......الخ"

اور فرمایا:

"وأما النبي ﷺ فصح عنه ثمان ركعات وأما عشرون ركعة فهو عنه عليه السلام بسند ضعيف وعلى ضعفه اتفاق "

اور مگر نبی ﷺ سے آٹھ رکعات صحیح ثابت ہیں اور بیس رکعات والی جو روایت ہے تو وہ آپ سے ضعیف سند کے ساتھ مروی ہے اور اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔

(العرف الشذی ۱/۱۶۶)

خلیفۂ راشد سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے بیس رکعات تراویح (باسند صحیح متصل) قطعاً ثابت نہیں ہیں۔ مخالفین جو کچھ پیش کرتے ہیں وہ یا تو منقطع ہے یا اس میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا (قولاً، فعلاً یا تقریراً) ذکر ہی نہیں ہے، لہٰذا ایسی ضعیف و غیر متعلق روایات اور نامعلوم لوگوں کے سخت اختلافی عمل کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے صحیح متصل اور ثابت حکم (گیارہ رکعات) کے خلاف پیش کرنا انتہائی ناپسندیدہ حرکت ہے۔

موضوعات صاحبِ ضیاء المصابیح

مسعود احمد خان دیو بندی کاملپوری (حضرو، ضلع اٹک) نے ایک کتاب "ضیاء المصابیح فی مسئلۃ التراویح" نامی لکھی ہے۔ جس پر غلام حبیب صاحب پنج پیری مماتی دیو بندی وغیرہ کی تقریظات بھی ہیں، ہمارے نزدیک مسعود احمد خان ایک "عامی" ہے مگر غلام حبیب صاحب "مدظلہ" فرماتے ہیں: "محترم دوست حضرت مولانا مسعود احمد صاحب کاملپوری" (تقریظ "ضیاء المصابیح" ص ۴)

چونکہ مذکورہ کتاب میں کذب وافتراءات کے ذریعے سادہ لوح لوگوں کو دھوکا دینے کی کوشش کی جارہی ہے اس لئے راقم الحروف یہ کھلا خط لکھ رہا ہے، ورنہ مسعود احمد جیسے اشخاص کسی جواب کے مستحق نہیں ہیں، کیونکہ ایسے اشخاص کا جواب بھینس کے آگے بین بجانے کے مترادف ہے، ان لوگوں کی "نہ مانوں" اور "کوا سفید ہے" والی پالیسی آخر کس سے پوشیدہ ہے؟

جھوٹ بولنا انتہائی بُری بات اور گناہ کبیرہ ہے، تمام شریعتوں میں اس کی مذمت موجود ہے۔ رب العالمین فرماتا ہے:

﴿ اِنَّمَا یَفۡتَرِی الۡکَذِبَ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ۚ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡکٰذِبُوۡنَ ﴾ (سورۃ النحل: ۱۰۵ تفسیر عثمانی مع ترجمہ محمود حسن صاحب: ۳۲۵)

"جھوٹ تو وہ لوگ بناتے ہیں جن کو یقین نہیں اللہ کی آیتوں پر اور وہی لوگ جھوٹے ہیں۔"

اس کے باوجود بے شمار لوگ دن رات مسلسل جھوٹ بولتے رہتے ہیں تاکہ سفید کو سیاہ اور سیاہ کو سفید "ثابت" کر دیں۔ ان اشخاص میں سے ایک "مولانا" مسعود احمد خان صاحب ہیں، اب آپ کے سامنے اس "مولانا" کے چند سفید جھوٹ پیش کئے جاتے ہیں۔

اکاذیبِ مسعود

جھوٹ نمبر (۱)

مسعود احمد خان صاحب لکھتے ہیں:

''آپ ﷺ نے فرمایا وہ نماز جس سے تم سوتے ہو (تہجد) وہ اس نماز تراویح سے جس کا تم قیام کرتے ہو، افضل ہے۔ (بخاری، قیام رمضان)''

(ضیاء المصابیح ص ۲۰)

خود ساختہ بریکٹوں اور غلط ترجمہ سے درگزر کرتے ہوئے عرض ہے کہ صحیح بخاری یا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کسی کتاب میں سیدنا و محبوبنا و امامنا محمد ﷺ (فداہ روحی وابی وامی) کی ایسی کوئی حدیث موجود نہیں ہے جس کا ذکر مسعود احمد صاحب نے کیا ہے، بلکہ یہ عبارت سیدنا الامام المجاہد، خلیفہ راشد عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے (دیکھئے صحیح بخاری مع عمدۃ القاری ۱۱/۱۲۵ ح ۲۰۱۰) جسے اس نام نہاد ''مولانا'' نے مرفوع بیان کر دیا ہے، حالانکہ دیوبندیوں کے ''مستند مولانا'' انور شاہ کشمیری دیوبندی بھی اسے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قول قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''فجعل الصلاۃ واحدۃ'' یعنی عمر رضی اللہ عنہ نے تہجد اور تراویح کو ایک نماز قرار دیا ہے۔

(فیض الباری ۲/۴۲۰)

جھوٹ نمبر (۲)

مسعود صاحب فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ ایک سلام سے چار رکعات پڑھتے تھے''

(ضیاء المصابیح ص ۵۸)

حالانکہ حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں ''ایک سلام'' کا قطعاً کوئی ذکر نہیں ہے اور یہ حدیث ''ایک سلام'' کے الفاظ کے بغیر مسعود صاحب نے اپنی اسی کتاب کے ص ۵۶، ۵۷

پرنقل کی ہے، اگر نام نہاد "مولانا" صاحب صحیح بخاری وغیرہ کی اس حدیث میں "ایک سلام" کا لفظ صراحتاً دکھا دیں تو انھیں صحیح بخاری کا ایک سیٹ بطور انعام دیا جائے گا، ان شاء اللہ، اور اگر نہ دکھا سکیں تو............؟

جھوٹ نمبر (۳)

دیوبندیوں کے "مولانا" اور "محترم دوست" مزید لکھتے ہیں:

"اس لئے کہ دور فاروقی میں خود اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ بیس رکعات تراویح پڑھاتے تھے۔ (بیہقی: جلد دوم ص ۴۹۶)" (ضیاء المصابیح ص ۶۳)

بیہقی کی السنن الکبریٰ میں محولہ بالا صفحہ سرے سے موجود ہی نہیں ہے، بلکہ مجھے باوجود سخت تلاش کے السنن الکبریٰ جلد اول تا جلد دہم کہیں بھی یہ حوالہ نہیں ملا ہے، لہٰذا مسعود احمد صاحب کا درج بالا بیان سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ اور بیہقی دونوں پر سفید جھوٹ ہے۔

غالباً اسی قسم کے اکاذیب کی بنیاد پر "حضرت مولانا" غلام حبیب صاحب وغیرہ ایک عامی شخص کی تعریف میں رطب اللسان ہیں، اس قسم کے "متہم بالکذب" اور "متروک الحدیث" قسم کے لوگوں کی کتابیں بعض لوگ میرے پاس لے آتے ہیں کہ جواب لکھیں۔

آپ خود فیصلہ کریں کہ جو لوگ وضع الحدیث کے نامسعود کاروبار میں سرتا پا غرق ہوں، اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کذب وافترا سے باز نہ آتے ہوں ان کا جواب کہاں کہاں تک لکھا جائے گا؟ آخر ایک دن خالق کائنات کے دربار میں بھی پیش ہونا ہے، اس دن وہ لوگ کس طرح اپنے آپ کو بچائیں گے جو دنیا میں جھوٹ بولتے تھے؟

۱: مسعود احمد خان صاحب کے ممدوح قاری چمن محمد صاحب دیوبندی نے ایک رسالہ "قرآۃ خلف الامام" شائع کیا ہے، جس میں بعض مقامات پر صریحاً جھوٹے حوالے دیئے ہیں، مثلاً وہ لکھتے ہیں:

"کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

من كان له امام فقراة الامام له قراة (موطأ مالک)'' (قرآۃ خلف الامام ص ۳۲)
حالانکہ یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ موطأ امام مالک میں قطعاً موجود نہیں ہے۔

۲: قاری صاحب لکھتے ہیں: '' ا: حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں۔
لا صلوٰة إلا بفاتحة الكتاب وما تيسر ''(ابوداود: ۱۱۸/۱)'' (قرآۃ خلف الامام ص ۳۲)
حالانکہ سنن ابی داود میں یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ قطعاً اور یقیناً موجود نہیں ہے۔

۳: قاری صاحب ''جریر عن سلیمان التیمی '' الخ ایک روایت بحوالہ صحیح مسلم (ص ۱۷۴) نقل کرتے ہیں اور متن حدیث میں ایک اضافہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''النسائی ص ۱۴۶''
(قرآۃ خلف الامام ص ۱۱)
حالانکہ ''جریر عن سلیمان التیمی '' کی یہ روایت سرے سے سنن النسائی میں موجود ہی نہیں ہے،
ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الاندلسی (متوفی ۴۵۶ھ) سچ فرماتے ہیں:
'' وأما الوضع في الحديث فباق مادام إبليس وأتباعه في الأرض ''
یعنی: وضع حدیث (کا فتنہ) اس وقت تک باقی رہے گا جب تک ابلیس اور اس کے پیروکار زمین پر موجود ہیں۔ (المحلی ۱۳/۹، مسئلہ نمبر: ۱۵۱۴)
تفصیل کے لئے ہمارے استاد محترم مولانا بدیع الدین الراشدی السندھی رحمہ اللہ کی کتاب ''الطوام المرعشة في تحريفات أهل الرأي المدهشة'' اور راقم الحروف کی کتاب ''اکاذیب آلِ دیوبند'' کا مطالعہ انتہائی مفید ہے۔

یہاں پر بطور تنبیہ عرض ہے کہ ''مولانا'' مسعود احمد صاحب اور قاری چمن محمد صاحب کے یہ اکاذیب کتابت کی غلطیاں نہیں ہیں کیونکہ طارق بن تسلیم الشافعی الحضروی نے مسعود احمد صاحب کو ان کے بعض اکاذیب کی اس کتاب (ضیاء المصابیح) کے چھپنے سے پہلے اطلاع دے رکھی تھی، اور قاری صاحب کو راقم الحروف نے ''نور القلام فی مسئلة الفاتحہ خلف الامام'' میں متنبہ کر دیا تھا، مگر اس کے باوجود انھوں نے اپنی کذب بیانیوں سے رجوع نہیں کیا۔

باقی رہا سنجیدہ لوگوں کا علمی جواب تو اس کے لئے جماعت اہل الحدیث حاضر ہے،
حبیب الرحمٰن اعظمی دیوبندی نے تراویح پر ایک کتابچہ لکھا ہے جس کا مولانا نذیر احمد رحمانی
اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے ''انوار مصابیح'' کے نام سے جواب دیا ہے، اس جواب کے جواب کا قرض
ان لوگوں پر باقی ہے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ'' صرف اور صرف بیس رکعات تراویح،
رمضان میں جماعت کے ساتھ سنت مؤکدہ ہے۔ اس سے کم پڑھنے والا سنت مؤکدہ کا
تارک ہے اور اس کا مستحق ہے کہ اسے شفاعت نصیب نہ ہو، بیس سے زیادہ کی جماعت
ثابت نہیں'' وغیرہ وغیرہ۔ تفصیل کے لئے'' انوار مصابیح'' ص ۲۸ تا ۳۲ کا مطالعہ فرمائیں۔
مسعود احمد صاحب اینڈ پارٹی کے تمام رسالے حنفیوں کے مذکورہ بالا دعاوی کو ثابت نہیں
کر سکے ہیں لہٰذا ان کی حیثیت ''هباءً منثوراً'' سے زیادہ نہیں ہے۔

والحمدلله علىٰ ذلك

فاتحہ کے مسئلہ پر آپ میری کتاب ''الکواکب الدریہ فی وجوب الفاتحہ خلف الامام فی
صلوٰۃ الجہریہ'' دیکھ سکتے ہیں۔ وما علينا إلا البلاغ

نصرة الرحمٰن في تحقيق

قیامِ رمضان

''محمد شعیب قریشی'' صاحب (دیوبندی) نے ''سمیع اللہ'' صاحب (اہل حدیث) کے رد میں ایک مضمون بنام ''اظہار الحق الصحیح فی عدد التراویح'' لکھا ہے۔ ''نصرۃ الرحمٰن'' میں اس مضمون کا مختصر تنقیدی جائزہ پیش خدمت ہے۔ شعیب صاحب کا بیان '' قولہ'' سے اور اس پر رد ''اقول'' سے لکھا گیا ہے۔

۱: قولہ: ص۱= ''اس پر سات افراد نے جرح کی ہے'' یعنی عیسیٰ بن جاریہ ...

اقول : ابوداود کی جرح ثابت نہیں ہے، باقی بچے پانچ (ابن معین، نسائی، الساجی، العقیلی اور ابن عدی) ان کے مقابلے میں توثیق درج ذیل علماء سے ثابت ہے:

ابوزرعہ، ابن حبان، ابن خزیمہ، الہیثمی، الذہبی، البوصیری اور ابن حجر لہٰذا یہ راوی جمہور کے نزدیک صدوق یا حسن الحدیث ہے۔

۲: قولہ: ص۲= ''...ومن المعلوم أن صحة السند لا تستلزم صحة المتن''

اقول : اگر مولانا مبارکپوری وغیرہ کے قول کا یہ مطلب ہے کہ بظاہر صحیح السند نظر آنے والی روایت اگر شاذ یا معلول ہو تو اس سے حدیث کا فی نفسہ صحیح ہونا لازم نہیں آتا تو یہ بات صحیح ہے۔ اور اگر اس کا کوئی اور مطلب ہے تو ہم اعلان کرتے ہیں کہ مبارکپوری صاحب کا قول صحیح نہیں ہے۔ بلکہ صحیح یہی ہے کہ جو سند صحیح ہے اس کا متن بھی صحیح ہے۔

۳: قولہ: ص۲= ''...اور ہیثمی کی تحسین سے دل مطمئن نہیں''

اقول: اگر مبارکپوری صاحب کا دل مطمئن نہیں تو کیا ہوا سرفراز صفدر دیوبندی صاحب کا دل تو مطمئن ہے۔ سرفراز صفدر صاحب لکھتے ہیں: ''اپنے وقت میں اگر علامہ ہیثمیؒ کو صحت اور سقم کی پرکھ نہیں تو اور کس کو تھی''؟ (احسن الکلام ۲۳۳/۱، توضیح الکلام ۲۷۹/۱)

ہمارے نزدیک حافظ ہیثمی کی توثیق وتصحیح وغیرہ نہ تو مطلقاً مقبول ہے اور نہ مطلقاً مردود۔ بلکہ قرائن کی روشنی میں اس کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے، جمہور کی موافقت ایک زبردست قرینہ ہے، چونکہ سمیع صاحب کی ذکر کردہ روایت کے راوی کی توثیق میں جمہور نے ان کی موافقت کی ہے لہٰذا یہ توثیق مقبول ہے۔

٤: قولہ:ص۳= " لا بأس به "

اقول : یہ کلماتِ توثیق میں سے ہے۔ دیکھئے "الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل" ص ۷۷

۵: قولہ:ص۳= "جرح مفسر تعدیل پر مقدم ہوتی ہے"

اقول : بشرطیکہ جرح مفسر ہو اور تعدیل مبہم، اگر دونوں مفسر ہوں تو جمہور کی بات مقدم ہوگی، یاد رہے جرح مفسر سے مراد یہ ہے کہ راوی کو مدلس، مختلط اور ضعیف فی فلان وغیرہ کہا جائے۔ صرف ضعیف یا متروک یا منکر الحدیث کہہ دینا جرح مفسر نہیں ہے۔ خود قریشی صاحب نے ص ۲۵ پر ابراہیم بن عثمان العبسی کے بارے میں لکھا ہے: "کہ جن اہل علم نے عدالت کی رو سے اس کو متروک اور ضعیف کہا ہے تو وہ سب جروحات مبہم اور غیر مفسر ہیں..."

حالانکہ ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان مذکور کو متعدد علماء نے متروک الحدیث اور منکر الحدیث وغیرہ لکھا ہے۔ اگر یہی جروح عیسیٰ بن جاریہ پر ہوں تو مفسر بن جاتی ہیں اور اگر یہ ابو شیبہ پر ہوں تو غیر مفسر، یہ کیسا انصاف ہے؟

٦: قولہ:ص۴= "یہ روایت بھی عیسیٰ بن جاریہ کی وجہ سے قابل وثوق نہیں کیونکہ اس راوی پر ائمۂ ماہرین فنِ جرح وتعدیل کی اکثریت نے نہایت مفسر جرح کی ہے"

اقول : یہ تو دعویٰ ہے اس کی دلیل چاہئے، سمیع صاحب نے آٹھ محدثین کی توثیق نقل کی ہے جب کہ قریشی صاحب نے چھ کی جرح (ان میں سے ایک کی جرح ثابت نہیں ہے لہٰذا باقی بچے پانچ) اب ثالث حضرات خود فیصلہ کریں کہ اکثریت کس طرف ہے۔ بلکہ اگر مزید تحقیق کی جائے تو موثقین کا دائرہ نو سے بھی بڑھ سکتا ہے۔ مفسر جرح والی بات مردود ہے۔

۷: قولہ:ص۴= "کیونکہ اس روایت میں تراویح کا لفظ موجود ہی نہیں"

اقول : حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ (جو کہ ہماری تحقیق کے مطابق موضوع ہے) اور عملِ فاروق رضی اللہ عنہ (جو کہ قریشی صاحب نے پیش کیا ہے اور ہمارے نزدیک ثابت نہیں ہے) میں کیا ''تراویح'' کا لفظ موجود ہے؟ مہربانی فرما کر ہمیں یہ لفظ دکھایا جائے۔

۸: قولہ: ص۴ = ''یہ روایت مسند احمد: ۱۱۵/۵ (زیادات عبداللہ) میں بھی موجود ہے۔''

اقول : میرا خیال ہے کہ قریشی صاحب نے یہ بات حبیب الرحمٰن اعظمی کی کتاب ''رکعات تراویح'' ص ۳۶ سے نقل کر کے لکھی ہے، واللہ اعلم، بہرحال وہاں سے منقول ہو یا اصل کتاب سے، یہ عبارت اپنے کاتب کے مبلغِ علم کا ہمیں ثبوت بہم پہنچاتی ہے کہ وہ کتنے پانی میں ہے ؟

ہمارے پاس مسند احمد کا جو نسخہ ہے ان میں ج ۵ ص ۱۱۵ ح ۲۱۴۱۵ سطر نمبر ۱۹ پر یہ حدیث ہے۔

عبداللہ (بن احمد بن حنبل) کہتے ہیں: " حدثني أبي: ثنا أبو بكر بن أبي شيبة "

یہاں '' أبي '' سے مراد احمد بن حنبل ہیں جیسا کہ واضح ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ روایت احمد کی مسند میں سے ہے نہ کہ زیادات میں سے۔ زیادات میں سے تو وہ روایت ہوتی ہے جو کہ عبداللہ بن احمد نے اپنے والد بزرگوار کے علاوہ کسی دوسرے شخص سے بیان کی ہو۔

تنبیہ: بعد میں تحقیق سے معلوم ہوا کہ مسند احمد کے مطبوعہ نسخوں میں " حدثني أبي " کا اضافہ غلط ہے، صحیح یہ ہے کہ یہ روایت زیاداتِ عبداللہ بن احمد سے ہے، دیکھئے اطراف المسند (۱۸۴/۱ ح ۷) واتحاف المھرۃ (۱۸۲/۱ ح ۱۲) وجامع المسانید والسنن لابن کثیر (۲۸/۱ ح ۲۲) والحمدللہ

۹: قولہ: ص۵ = ''اس حدیث پر ہم نے اہلحدیث حضرات کو چیلنج دیا تھا کہ کم از کم دس آدمی ۱۲سو سال میں دکھا دیں جو ۸ رکعات پڑھتے ہوں''

اقول : یہ چیلنج بازی فضول ہے۔ اصل فیصلہ تو کتاب وسنت واجماع کی روشنی میں ہوگا نہ کہ دس آدمیوں کے عمل پر، اور یہ چیلنج اس بات کی دلیل ہے کہ قریشی صاحب وغیرہ کتاب

وسنت سے راہ فرار اختیار کر کے اصل موضوع سے ہٹا کر لوگوں کے عمل کے چکر میں لانا چاہتے ہیں، حدیث لوگوں کے عمل کی محتاج نہیں ہے بلکہ لوگوں کا عمل حدیث کا محتاج ہے۔

[امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کیا خوبصورت کلام نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا:

" ماكنت لأدع سنة النبي ﷺ لقول أحد"

میں نبی ﷺ کی سنت کسی کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتا۔

(صحیح البخاری:۱۵۶۳)]

اگر چیلنج بازی کا شوق ہے تو میں پوچھتا ہوں کہ خیر القرون میں سے کسی ایک ثقہ شخص سے یا متقدمین میں سے کسی ایک ثقہ ماہر اہلِ فن صاحبِ روایت محدث سے ثابت کر دیں کہ اس نے یہ کہا ہو کہ "بیس رکعات پڑھنا سنت مؤکدہ ہے اور اس سے کم یا زیادہ جائز نہیں ہے!" بلکہ اپنے امام صاحب سے ہی یہ الفاظ ثابت کر دیں! تا کہ یہ فیصلہ کیا جا سکے کہ دعوئ سنت میں کون سچا ہے اور کون جھوٹا؟

۱۰: قولہ:ص۶= "مگر افسوس ہے کہ دونوں نے بلا سند"

اقول: آپ یہ افسوس کریں اپنے علامہ عینی حنفی پر اور علامہ سیوطی پر جنھوں نے یہ قول نقل کیا ہے۔

۱۱: قولہ:ص۶= "جوزی جو امام مالکؒ سے سینکڑوں برس بعد پیدا ہوئے"

اقول: پہلے تو جوزی کا تعارف کرائیں کہ یہ کون ہے اس کے بعد اس کی تاریخ پیدائش وغیرہ لکھیں۔

امام مالک کی تحقیق کہ تراویح گیارہ رکعات ہے، عینی حنفی (عمدۃ القاری ۱۱/۱۲۶) اور عبدالحق الاشبیلی نے بھی نقل کیا ہے۔ (کتاب التہجد ص۱۷۶)

۱۲: قولہ:ص۶= "...وذكر ابن القاسم عن مالك"

اقول: ابن القاسم اگرچہ ثقہ ہیں، لاشک فیہ، لیکن انھوں نے امام مالک سے جو

مسائل نقل کئے ہیں ان میں نظر ہے، امام ابو زرعہ اپنی کتاب الضعفاء میں فرماتے ہیں:
"فالناس يتكلمون في هذه المسائل" پس لوگ (ابن القاسم کے) ان مسائل میں کلام کرتے ہیں۔ (ص ۵۳۴) واللہ اعلم

۱۳: قولہ: ص ۶، ۷ = "کیونکہ یہ اصول ہے کہ جب راوی اپنی بیان کردہ حدیث کے خلاف عمل کرے تو وہ حدیث قابل قبول نہ ہوگی"

اقول: اولاً یہ اصول ہی مختلف فیہ ہے۔ محدثین میں سے ایک جماعت اس اصول کے خلاف ہے اور کہتی ہے کہ عبرت تو روایت میں ہے نہ کہ رائے میں۔

ثانیاً امام مالک سے یہاں اپنی حدیث کے خلاف عمل کرنا ثابت نہیں ہے۔

ثالثاً ہدایہ اولین ص ۳۱۲ حاشیہ نمبر ۲۹ پر لکھا ہے: "وعادته أن لا يروي حديثاً في الموطأ إلا وهو يذهب إليه ويعمل به" یعنی امام مالک کی یہ عادت ہے کہ وہ موطأ میں جو حدیث بھی روایت کرتے ہیں اس پر عمل کرتے ہیں۔ (میں کہتا ہوں کہ اس عبارت سے ثابت ہوا کہ امام مالک گیارہ رکعات کے قائل و فاعل تھے، لہٰذا راوی کے عمل والا اعتراض بھی باطل ہوا، اور عینی وسیوطی واشبیلی وابن مغیث کے قول کی بھی تائید ہوگئی۔)

تنبیہ: یہ بات مسلّم ہے کہ راوی اپنی روایت کو سب سے زیادہ جانتا ہے۔

۱۴: قولہ: ص ۷ = "اور ان پانچ کا بیان آپس میں نہیں ملتا، سب جدا جدا بیان دیتے ہیں"

اقول: اس روایت کی مختصر تحقیق درج ذیل ہے:

جدول کے لئے دیکھئے ص ۶۳، اس جدول سے ظاہر ہے کہ چھ راوی گیارہ کے عدد پر جمع ہیں، بعض نے خلیفہ کا حکم نقل کیا ہے اور بعض نے اس پر تعمیل اور بعض نے لوگوں کا عمل۔ لہٰذا ان کے بیان میں کوئی تعارض نہیں ہے، محمد بن اسحاق (جو کہ فرقۂ دیوبندیہ کے نزدیک ضعیف یا اس سے بھی کمتر ہے) اس کی روایت میں (بشرط صحت) تیرہ کا جو عدد ہے اس سے مراد گیارہ رکعات قیام رمضان اور عشاء کی دو رکعات ہیں۔ دیکھئے آثار السنن ص ۳۹۲ صرف الدبري عن عبدالرزاق عن داود کی روایت میں اکیس کا عدد ہے، یہ متعدد وجوہ سے

مردود ہے:

① یہ ثقات کے خلاف ہے لہٰذا شاذ ہے۔

② مصنف کے اصل نسخہ میں اختلاف ہے، علامہ سیوطی نے مصنف عبدالرزاق سے (۱۱) کا عدد نقل کیا ہے۔

③ اس روایت پر حنفیہ و دیوبندیہ اور بریلویہ کا عمل نہیں ہے۔

④ مصنف کا راوی الدبری ضعیف و مصحف ہے جیسا کہ سمیع صاحب نے اپنے خط میں اشارتاً لکھا ہے۔ مزید تفصیل کے لئے لسان المیزان (۵۳۱/۱، ۵۳۲ ت ۱۰۹۸) اور مقدمہ ابن الصلاح بحث المختلطین کا مطالعہ کریں۔ قریشی صاحب کا ص ۹ پر لکھنا "اور پھر جو دبری و بری کا سمیع صاحب نے اعتراض نمبر۲ اور نمبر۴ میں ذکر کیا ہے اس کا ہمارے معاملے سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے" انتہائی تعجب خیز ہے، جبکہ وہ مصنف عبدالرزاق کی ایک روایت (جو کہ ثقات کے خلاف ہے) سے استدلال کر رہے ہیں تو ان پر یہ لازم آتا ہے کہ مصنف کے بنیادی راوی کی توثیق و عدالت ثابت کریں، ہوائی دعووں سے کام نہیں چلے گا، ثالثین کی خدمت میں عرض ہے کہ مصنف اٹھا کر اس کے راوی کا نام تلاش کریں، کیا دبری نہیں ہے، اور کیا اس سے تصحیفات نہیں ہوئی ہیں۔ اس کی اس وقت کتنی عمر تھی جب اس نے مصنف سنا تھا۔ الخ؟

⑤ مصنف عبدالرزاق میں لکھا ہوا ہے :

" عن داود بن قیس و غیرہ عن محمد بن یوسف " (۲۵۹/۴، ۲۶۰ ح ۷۷۳۰)

اس روایت کے راوی عبدالرزاق بن ہمام رحمۃ اللہ علیہ مدلس ہیں۔ دیکھئے کتاب الضعفاء الکبیر للعقیلی (۱۱۰/۳، ۱۱۱، وسندہ صحیح) اصولِ حدیث میں یہ مسئلہ مقرر و مسلّم ہے کہ مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔

الغرض ان وجوہ کی بنیاد پر داود بن قیس کی طرف منسوب روایت کالعدم ہے لہٰذا ثابت ہو گیا کہ محمد بن یوسف کے شاگردوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اور چونکہ وہ بالاتفاق ثقہ ہیں لہٰذا یہ سند بالکل صحیح ہے۔ اسی لئے تو ضیاء المقدسی صاحب المختارہ وغیرہ نے صحیح قرار دیا

ہے بلکہ حنفیوں کے امام طحاوی نے اس سے حجت پکڑی ہے اور نیموی نے اسے "إسناده صحيح" کہا ہے، تفصیل کے لئے سمیع صاحب کا خط دیکھیں۔ (نیز دیکھئے ص ۲۲، ۲۳)

ہمارا چیلنج ہے کہ متقدمین میں سے صرف ایک ہی محدث کا حوالہ پیش کر دیں جس نے امام مالک کی روایت کو ضعیف کہا ہو، اور اسی طرح یحییٰ القطان وغیرہ کی روایات کو مضطرب وغیرہ قرار دے کر رد کر دیا ہو!؟

۱۵: قولہ: ص ۷ = "جبکہ دوسرے طرف یزید بن خصیفہ سے ان کے دو شاگرد بلا اختلاف ۲۰ رکعات بیان کرتے ہیں"

اقول: قریشی صاحب کے بقول محمد بن یوسف کی روایت میں سب جدا جدا بیان کرتے ہیں۔ یعنی مالک نے حکم بیان کیا اور یحییٰ القطان نے عمل تو گویا اس طرح قریشی صاحب کے نزدیک یہ روایت مضطرب ہوئی، تو اسی طرح یزید بن خصیفہ کے شاگردوں میں اختلاف ہے۔

① ابن ابی ذئب ان (نامعلوم) لوگوں کا عمل

② محمد بن جعفر ہم (معلوم) لوگوں کا عمل

لہٰذا انھیں چاہئے کہ اس روایت کو بھی ساقط قرار دیں۔ یاد رہے کہ محمد بن جعفر کی روایت خالد بن مخلد کی وجہ سے شاذ ہے، اور اس کے مقابلے میں محفوظ ابن ابی ذئب کی روایت ہے لیکن یہ روایت بھی یزید بن خصیفہ کی وجہ سے شاذ ہے، ابن خصیفہ کے مقابلے میں محمد بن یوسف زیادہ ثقہ ہیں، اور ان دونوں روایتوں کا تعلق خلیفۂ راشد کے حکم یا عمل کے ساتھ قطعاً نہیں ہے، ابن ابی ذئب کی روایت تو فاروقی حکم سے یکسر خالی ہے لہٰذا موضوع سے خارج ہے۔

۱۶: قولہ: ص ۷ = "عبدالعزیز (یہ ضعیف راوی ہے)"

اقول: عبدالعزیز الدراوردی کتب ستہ کا راوی ہے اور جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق ہے، اس کی عبیداللہ العمری سے روایت پر جرح ہے، اور ہماری پیش کردہ روایت عبیداللہ سے

نہیں ہے، اسی لئے تو علامہ سیوطی نے اس روایت کو الحاوی فی الفتاوی (۱/۳۵۰) پر "بسند في غاية الصحة" کہا ہے۔

۱۷: قولہ: ص ۷ = "تو معلوم ہوا یہ روایت منسوخ ہے"

اقول: یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قریشی صاحب کے نزدیک یہ روایت صحیح ہے ورنہ پھر دعویٰ نسخ کیسا؟ یاد رہے کہ دعویٰ نسخ پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے لہٰذا مردود ہے۔

۱۸: قولہ: ص ۸ = "محمد ابن جعفر، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں لوگ بیس رکعت کیا کرتے تھے (معرفۃ السنن والآثار)"

اقول: اگر ان الفاظ کے ساتھ قریشی صاحب یہ روایت معرفۃ السنن والآثار سے نکال کر دکھا دیں تو ان کی بڑی مہربانی ہوگی۔ میرے پاس معرفۃ السنن والآثار کا قلمی مصور نسخہ ہے اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ میں نے معرفۃ السنن کے دو مطبوعہ نسخے دیکھے ہیں ان میں بھی یہ الفاظ نہیں ہیں۔ واللہ اعلم

۱۹: قولہ: ص ۱۰ = "وروى مالك ...... وفي موطأ من طريق يزيد بنخصيفة"

اقول: قریشی صاحب نے حافظ ابن حجر اور شوکانی سے موطأ کی جس روایت کا تذکرہ کیا ہے براہ مہربانی موطأ سے نکال کر ہمیں دکھا دیں، ناموں کا رعب ہم پر جمانے کی کوشش بے سود ہے، اصل کتاب سے محولہ عبارت پیش کریں اور اگر نہ کر سکیں تو ....!

۲۰: قولہ: ص ۱۲ = "في رواة الصحيحين عدد كثير ما علمنا أن أحداً نص على توثيقهم (میزان ۳/۳)"

اقول: اصحابِ صحیح کا کسی راوی سے صحیح میں اخراج اس راوی کی ان کے نزدیک توثیق ہوتی ہے، دیکھئے الاقتراح لابن دقیق العید (ص ۵۵) نصب الرایۃ للزیلعی (۱/۱۴۹، ۲/۲۶۴)

۲۱: قولہ: ص ۱۳ = "چند تابعین جو فاسق و فاجر ...... ان کے نام ہمیں بھی بتا دیں"

اقول: ۱: حجاج بن یوسف ۲: مختار ابن ابی عبید الثقفی ۳: ابو ہارون العبدی
۴: ابو داود الاعمیٰ وغیرہم

۲۲: قولہ:ص۱۳= ''اور اہل حدیث کا اتفاق ہے کہ اس میں جتنی روایتیں ہیں سب امام مالک اور ان کے موافقین کی رائے پر صحیح ہیں''

اقول : یہاں ایک منقطع روایت کی تصحیح کے لئے کیسا اصول بنا دیا ہے اور خود ص ۵ تا ۸ پر موطأ امام مالک کی ایک متصل روایت کو ضعیف یا وہم ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کیا انصاف اسی کا نام ہے؟

انور شاہ کاشمیری دیوبندی نے فیض الباری (۴۲۸/۲) میں ایسے لوگوں کے خلاف کیا ہی زبردست بات املاء کرائی ہے، فرماتے ہیں:

" وقد بلوتهم أنهم يسوون القواعد للنقيضين فأي رجاء منها بعده فإذا رأى أحدهم حديثاً ضعيفاً وافق مذهبه يسوي له ضابطة ويقول إن الضعف ينجبر بتعدد الطرق وإن رأى حديثاً صحيحاً خالف مذهبه يسوي له ضابطة أيضاً ويقول إنه شاذ "

یعنی: میں نے ان لوگوں کو آزمایا ہے، یہ متناقض اصول بناتے ہیں پس اس کے بعد ان سے اور کیا امید کی جا سکتی ہے، ان میں سے کوئی شخص جب اپنے مذہب کے موافق ضعیف حدیث پاتا ہے تو یہ قانون بنا دیتا ہے کہ تعدد طرق کی وجہ سے ضعف اٹھ جاتا ہے اور جب اپنے مذہب کے خلاف کوئی صحیح حدیث پاتا ہے تو (فوراً) قانون بنا دیتا ہے کہ یہ شاذ ہے۔ الخ

کاشمیری صاحب کا یہ قول قریشی صاحب اور ان جیسے لوگوں کے رد کے لئے کافی ہے۔

۲۳: قولہ:ص۱۴= ''اور نیز سند متصل ہوئی''

اقول : یحییٰ بن سعید الانصاری کی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت کریں اور پھر تدلیس کا جواب بھی لکھیں، آپ کے پاس نیموی کے اس قول کا کیا جواب ہے:

''لكن يحي بن سعيد الأنصاري لم يدرك عمر " یعنی یحییٰ بن سعید الانصاری نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔ (آثار السنن مع الحاشی ص۳۹۶)

۲۴: قولہ:ص۱۴= ''شیخ محمد علی صابونی...... ابوداود کی روایت المغنی ۱۶۷/۲...... عشرين

رکعة (ابوداود)"

اقول : اولاً صابونی صاحب انتہائی متعصب غیر اہل حدیث ہیں لہٰذا ان کے قول سے محدثین کے اتباع پر حجت قائم کرنا کیسا؟ متعدد اہل حدیث علماء نے صابونی مذکور کا رد لکھا ہے،
ثانیاً: صابونی نے المغنی کے حوالے سے یہ روایت لکھی ہے لہٰذا قریشی صاحب المغنی سے یہ روایت نکال دیں۔

ثالثاً: ہمارے پاس المغنی کا جو نسخہ ہے اس میں (۴۵۶/۱ مسئلہ: ۱۰۹۵) یہ روایت بحوالہ ابوداود مذکور ہے اور اس میں "عشرين ليلة" کے الفاظ ہیں "عشرين ركعة" کے نہیں ہیں لہٰذا قریشی صاحب کا استدلال باطل ہے۔

رابعاً: مزید تحقیق کے لئے ثالثین کی جماعت کو دعوت دیتا ہوں کہ میرے پاس تشریف لے آئیں تاکہ ان پر محمود حسن دیوبندی کی تحریف متعدد نسخوں اور دلائل سے ثابت کردوں۔

۲۵: قولہ: ص ۱۵= "ابوداود کے مختلف نسخے ہیں کسی ایک میں کیا اکثر میں ۲۰ رکعت ہی کا ذکر ہے"

اقول : ان اکثر نسخوں میں سے صرف تین چار نسخوں کی فوٹو سٹیٹ پیش کریں، بلکہ محمود حسن دیوبندی کے نسخہ کے علاوہ کسی ایک ہی نسخہ کی فوٹو سٹیٹ پیش کردیں۔ یاد رہے کہ محمود حسن کے بعد دیوبندیوں نے جو نسخے عکسی وغیرہ چھاپے ہیں وہ اسی نسخے سے منقول ہیں، ہمارے پاس دیوبندیوں کی اس تحریف کے خلاف دلائل کی کثرت ہے، مثلاً دیکھئے تحفۃ الاشراف للمزی، المشکوٰۃ، السنن الکبریٰ للبیہقی، اختصار المہذب، نصب الرایہ، معرفۃ السنن والآثار، حاشیہ ہدایہ، الدرایہ، المغنی اور نسخ ابی داود وغیرہ۔

۲۶: قولہ: ص ۱۵= "حدثنا حميد بن عبدالرحمٰن عن الحسن بصري عن عبدالعزيز بن رفيع قال كان أبي بن كعب يصلي بالناس بالمدينة عشرين ركعة (ابن ابی شیبہ ۳۹۳/۲)"

اقول : یہ روایت قریشی صاحب اس سند کے ساتھ محولہ بالا صفحہ سے نکال کر پیش کریں،

اور اگر نہ نکال سکیں تو......

۲۷: قولہ: ص ۱۵= ''اور اس کے راوی سب ثقہ ہیں اور اصول حدیث کی رو سے قابل قبول ہے''

اقول: نیموی نے آثار السنن (ص ۳۹۷) میں بتایا کہ عبدالعزیز بن رفیع نے اُبی بن کعب کو نہیں پایا (انتہیٰ) لہٰذا پھر یہ سند قابل قبول کیوں کر ہوئی؟ کیا مقبول کے لئے منقطع کا ہونا شرط ہے؟

اور حسن (بشرطیکہ اس کے بعد مخطوطہ میں عن ہو تو) سے اگر مراد بصری ہے تو پھر ان کی تدلیس کا کیا ہوگا؟

۲۸: قولہ: ص ۱۵= ''اس روایت کی اسناد کا حال معلوم نہیں''

اقول: تو پھر پیش کس لئے کی ہے؟

۲۹: قولہ: ص ۱۶= ''ابوالحسناء''

اقول: ابوالحسناء کو کس محدث نے ثقہ قرار دیا ہے؟ ثابت کریں، اور اس کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اس کی ملاقات ثابت کریں۔

۳۰: قولہ: ص ۱۶= ''ان کے پاس قرآن وحدیث سے کوئی نص ہے کہ ضعیف حدیث یا مجہول الحال راوی کی حدیث ہر حال میں نا قابل قبول ہے''

اقول: اولاً: دیکھئے سورۃ الحجرات: ۶، اور اس کی شرح تفاسیر اور عام کتب اصول حدیث میں،

ثانیاً: عندالمعارضہ اس کے مردود ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ثالثاً: کیا آپ کے نزدیک ضعیف حدیث یا مجہول الحال راوی کی حدیث ہر حال میں مقبول ہے، اپنے امام سے ثبوت پیش کریں۔

۳۱: قولہ: ص ۱۶، ۱۷= ''امام بیہقی عبدالرحمٰن کے اثر کو قوی تسلیم کرتے ہیں ......لہٰذا ابن تیمیہ کے نزدیک بھی یہ اثر صحیح ہے''

اقول: حماد بن شعیب (ضعیف) اور عطاء بن السائب (مختلط) کا تعارف کرائیں۔

۳۲: قولہ: ص ۱۹ = ''تابعین کا عمل''

اقول : تابعین کا عمل سنت نہیں بن جاتا، قریشی صاحب کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ تابعین میں سے کسی ایک تابعی سے ہی باسند صحیح یہ ثابت کردیں کہ بیس رکعت ''تراویح'' یا قیام رمضان سنت نبوی یا سنت خلفائے راشدین یا سنت مؤکدہ ہے؟

۳۳: قولہ: ص ۲۰ = ''ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ بیس رکعت پر عہد فاروقی میں اجماع ہوا''

اقول : دلیل پیش کریں، بلکہ کسی ایک ثقہ امام سے صرف یہ لفظ دکھادیں کہ عہد فاروقی میں بیس رکعات پر اجماع ہوا تھا، یاد رہے کہ صدیوں بعد کے مقلدین کے حوالے پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔

عینی حنفی نے عمدۃ القاری (۱۱/۱۲۶، ۱۲۷) میں جو شدید اختلاف ذکر کیا ہے وہ آخر کس کھاتے میں جائے گا؟

۳٤: قولہ: ص ۲۰ = ''بارہ سو سال تک پورے امت کے علماء بیس پر اجماع نقل کرتے آرہے ہیں۔''

اقول : پہلی، دوسری، تیسری، چوتھی اور پانچویں صدی الخ میں سے صرف ایک ایک عالم سے اس دعویٰ اجماع کا صحیح ثبوت پیش کریں اور اگر نہ کرسکیں تو...... نیز دیکھئے ص ۸۳

۳۵: قولہ: ص ۲۱ = ''چار چار رکعت کے بعد سلام پھیرا''

اقول : اگر یہ الفاظ اس حدیث سے نکال دیں تو منہ مانگا انعام دیا جائے گا، ورنہ پھر معاملہ برعکس ہوگا۔

۳٦: قولہ: ص ۲۱ = ''مسجد میں نہیں پڑھی''

اقول : یہ حدیث کے کس لفظ کا ترجمہ ہے؟

۳۷: قولہ: ص ۲۱ = ''اور تین وتر پورا سال پڑھے''

اقول : یہ حدیث کے کس لفظ کا ترجمہ ہے؟

تنبیہ: حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سند اور متن دونوں لحاظ سے صحیح ہے اور اہل حدیث کا بحمد اللہ

اس پر عمل ہے، ہمارے نزدیک حدیث حدیث کی شرح کرتی ہے، صحیح مسلم (۲۵۴/۱ ح ۷۳۶) میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد صبح تک گیارہ رکعات پڑھتے تھے اور ہر دو رکعات پر سلام پھیرتے تھے اور ایک وتر پڑھتے تھے۔ الخ

یہ حدیث اس مسئلہ میں نص صریح اور حجت قاطعہ ہے، اور قریشی صاحب کے اعتراضات کو جڑ سے ختم کرنے والی ہے۔ یعنی چار رکعتیں دو دو کر کے پڑھی جاتی تھیں۔ والحمدللہ

۳۸: قولہ: ص ۲۳ = " كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي من الليل ست عشرة ركعة سوى المكتوبة "

اقــــول: اس روایت کی تخریج کریں، اس کے راویوں کا ثقہ ہونا ثابت کریں اور کیا قریشی صاحب کا اس روایت پر عمل ہے؟

تنبیہ: قریشی صاحب کی پیش کردہ روایت مسند احمد (۱۴۵/۱ ح ۱۲۳۴، ۱۴۶/۱ ح ۱۲۴۱) میں موجود ہے، اس کا راوی ابو اسحاق السبیعی مدلس ہے اور روایت عن سے ہے لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔

۳۹: قولہ: ص ۲۳ = "یہ حدیث نماز تہجد کے بارے میں ہے"

اقول: یہ دعویٰ بلا دلیل ہے اور انور شاہ کشمیری دیوبندی نے فیض الباری (۴۲۰/۲) میں ایسا دعویٰ کرنے والوں کی زبردست تردید کی ہے۔

۴۰: قولہ: ص ۲۳ = "غیر مقلدین کہتے ہیں کہ تہجد، تراویح اور وتر ایک ہی نماز کے تین نام ہیں"

اقول: انور شاہ کشمیری دیوبندی فرماتے ہیں: "اس بات کے تسلیم کرنے سے کوئی چھٹکارا نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تراویح آٹھ رکعات تھی اور کسی ایک روایت میں بھی آپ کا تہجد اور تراویح علیحدہ پڑھنا ثابت نہیں ہے"

(العرف الشذی ۱۶۶/۱، اصل عبارت عربی میں ہے)

اورفرماتے ہیں:" والمختار عندي أنهما واحد " یعنی میرے نزدیک قابلِ اختیار بات یہی ہے کہ یہ دونوں نمازیں دراصل ایک نماز ہے،الخ (فیض الباری ۲/۴۲۰)

میں پوچھتا ہوں کہ کیاانورشاہ کشمیری صاحب ''غیر مقلد'' تھے؟

حافظ عبدالمتین میمن جونا گڑھی نے حدیث خیر وشر (ص۱۱۴، ۱۱۵) میں محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند کی کتاب ''فیوض قاسمیہ'' (ص۱۳) سے نقل کیا ہے:

''براہل علم پوشیدہ نیست کہ قیام رمضان قیام اللیل فی الواقع یک نماز است''

اہل علم پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ قیام رمضان (تراویح) اور قیام اللیل (تہجد) واقعی دونوں ایک ہی نماز ہے۔الخ

کیانانوتوی صاحب بھی غیر مقلد تھے؟ اپنے گھر کے ان گواہوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟

کیا قریشی صاحب کسی ایک ثقہ محدث سے یہ ثابت کر سکتے ہیں جس نے ''تراویح'' اور تہجد کو علیحدہ علیحدہ نماز قرار دیا ہو!

۴۱: قولہ:ص۲۳= ''ہم کہتے ہیں کہ یہ تینوں نمازیں علیحدہ علیحدہ ہیں''

اقول : ہم سے کیا مراد ہے، کیا کشمیری صاحب اورنانوتوی صاحب اس ''ہم'' میں شامل نہیں ہیں؟

۴۲: قولہ:ص۲۳= ''الانتباہ بعد النوم ''

اقول : دلیل پیش کریں،شرح معانی الآثار جلداول باب القیام فی شہر رمضان میں ابراہیم (نخعی) کا ایک قول ہے،جس میں انھوں نے نماز تراویح کے وقت علیحدہ نماز پڑھنے والوں کو'' المتھجدون '' کہا ہے۔ (دیکھئے ج۱ص۳۵۱)

۴۳: قولہ:ص۲۳= ''چار رکعت ادا کرنے کے بعد تھوڑا آرام کرنا ترویحہ کہلاتا ہے''

اقول : دلیل پیش کریں۔

۴۴: قولہ:ص۲۳= ''اور وتر اور تراویح مدینہ میں پانچ نمازیں فرض ہونے کے بعد

شروع ہوئے دیکھو دار قطنی، ابوداود "

اقول : آپ ہمیں سنن دار قطنی یا سنن ابی داود سے نکال کر دکھا دیں اور اس کا صحیح ہونا بھی ثابت کریں۔

۴۵: قولہ: ص ۲۳= "جبکہ وتر کے فرض واجب ہونے میں اختلاف ہے"

اقول : یہ اختلاف کس کے درمیان ہے، اسے سنت کس کس نے کہا ہے؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا جو قول سنن ترمذی (۱/۱۰۳ ح ۴۵۳) سنن دارمی (۱/۳۷۱ ح ۵۸۷ وسندہ صحیح) وغیرہما میں منقول ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ (سیدنا علی رضی اللہ عنہ وتر کو سنت قرار دیتے تھے)

۴۶: قولہ: ص ۲۳= " جعل الله صيامه فريضة وقيام ليله تطوعاً"

اقول : اس روایت کا صحیح ہونا ثابت کریں۔

۴۷: قولہ: ص ۲۳= "تہجد کے باب میں اتفاق ہے کہ اخیر شب میں......"

اقول : یہ اتفاق کا دعویٰ کس نے کیا ہے؟ دلیل پیش کریں۔

۴۸: قولہ: ص ۲۴= "تو وہ اجماعاً غلط ہے"

اقول : یہ اجماع کے سارے دعوے بے دلیل ہیں۔ ان کی بنیاد ہی نہیں ہے ورنہ پھر دلیل پیش کریں۔

۴۹: قولہ: ص ۲۴= "نمبر ۸: تو یہ خلاف اجماع ہے"

اقول : یہ اجماع کے سارے دعوے بلا دلیل ہیں ان کی بنیاد ہی نہیں ہے، ورنہ پھر دلیل پیش کریں۔

۵۰: قولہ: ص ۲۴= "ایک رات میں دوبارہ وتر نہیں"

اقول : حنفیہ دیوبندیہ و بریلویہ ۲۳ رکعات تراویح (۲۰+۳ وتر) پڑھتے ہیں اور حدیث عائشہ میں (۱۱) گیارہ رکعات ہیں جسے حنفیۂ جدید و دیوبندیہ و بریلویہ (۸+۳) ۱۱ تہجد کہتے ہیں، لہٰذا معلوم ہوا کہ دیوبندیہ و بریلویہ کے نزدیک رمضان میں (۲۰+۳=۲۳) رکعات تراویح اور (۸+۳=۱۱) رکعات تہجد ہے۔

لہٰذا اس حساب سے دو دفعہ وتر پڑھنا ثابت ہو گیا جو کہ قریشی صاحب کی بیان کردہ حدیث کے صریح خلاف ہے، لہٰذا قریشی صاحب کا اعتراض باطل ہے۔

۵۱: قولہ: ص ۲۴= ''اور رمضان میں قیام اللیل تراویح کو کہا جاتا ہے''

اقول: تہجد کو قیام اللیل بھی کہتے ہیں لہٰذا یہ ثابت ہو گیا کہ تہجد فی رمضان اور تراویح ایک ہی نماز ہے۔

بحمد اللہ قریشی صاحب کے اپنے قلم سے ہمارے دعویٰ کا ثبوت حاصل ہو گیا۔ وھو المطلوب

۵۲: قولہ: ص ۲۴= ''شعبہ کی تکذیب بالکل قبول نہیں''

اقول: کیوں؟ کیا امام شعبہ ثقہ امام نہیں تھے؟ کیا وہ ائمۂ جرح وتعدیل میں سے نہیں ہیں؟ ابو شیبہ نے الحکم بن عتیبہ سے ستر بدریوں والی جو روایت کی ہے کیا آپ ان بدریوں میں سے دس بیس کے نام ہمیں بتا سکتے ہیں؟ ''علی اور عمار رضی اللہ عنہما کا صفین میں ہونا بالکل واضح تھا'' جیسا کہ آپ نے ص ۲۵ پر لکھا ہے۔ اتنی معمولی بات اگر آپ جانتے ہیں تو کیا امام شعبہ اور امام الحکم نہیں جانتے تھے۔ ان کا مقصد سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر صحابہ کی شرکت سے ہے، اور ان میں سے الحکم صرف خزیمہ رضی اللہ عنہ کی شرکت تسلیم کرتے ہیں، قریشی صاحب براہ مہربانی سیدنا خزیمہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ ایک دو صحابہ کا ثبوت پیش کریں ورنہ ان کی تو یہ ذمہ داری ہے کہ پورے ستر صحابہ کا ثبوت پیش کریں تا کہ ابو شیبہ کو کذب کے الزام سے بری قرار دیا جا سکے!

۵۳: قولہ: ص ۲۵= ''......وہ جرحیں بھی خام اور غیر موثر ہیں......تو وہ سب جروحات مبہم اور غیر مفسر ہیں''

اقول: ابو شیبہ پر شدید جرحیں تو ''غیر مفسر'' اور ''مبہم'' منوانا چاہتے ہیں مگر عیسیٰ بن جاریہ پر ان سے کمتر درجے کی جروح کو ''مفسر'' سبحان اللہ کیا انصاف ہے۔

قریشی صاحب نے امام شعبہ وغیرہ کی شان میں جو گستاخی کی ہے ہم اس کا جواب اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔

٥٤: قولہ:ص ٢٥ = ''اور حکم بن عتیبہ کی غلطی سخت ہے اس وجہ سے کہ ان ایام میں بدری صحابہ بہت زندہ تھے مثلاً...... عبداللہ بن مسعود، ابو مسعود البدری...''

اقول: اگر قریشی صاحب ایامِ صفین میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے زندہ ہونے کا ثبوت پیش کر دیں تو ہم انھیں کتبِ ستہ کے پچاس سیٹ بطور تحفہ دیں گے اور اگر نہ کر سکیں تو منبر پر لوگوں کے سامنے اپنے جھوٹ سے توبہ کریں۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جنگِ صفین سے بہت پہلے فوت ہو گئے تھے۔ رضی اللہ عنہ

٥٥: قولہ:ص ٢٥ = ''اور باعتبار تقویٰ بھی ابوشیبہ درست تھا''

اقول: کیا تقویٰ ہے، جھوٹ بولتا ہے اور منکر احادیث بیان کرتا ہے اور پھر بھی پکا متقی ہے؟ یزید بن ہارون نے قضاء کے سلسلہ میں اس کی جو تعریف کی ہے اس کا عدالت وثقاہت سے کوئی تعلق نہیں ہے، کتنے ہی غیر مسلم ایسے ہیں جو کہ عہدۂ قضاء میں انتہائی انصاف کرنے والے ہوتے ہیں۔ انڈیا کی عدالت نے کس طرح اندرا گاندھی کے خلاف فیصلہ کر دیا تھا!

٥٦: قولہ:ص ٢٥ = ''حافظ''

اقول: یہ ثابت کریں کہ ''حافظ'' کلماتِ توثیق میں سے ہے۔ اور فتح الباری کا صحیح حوالہ پیش کریں!

٥٧: قولہ:ص ٢٦ = ''اور ابن عدی نے کہا: " له أحاديث صالحة وهو خير من إبراهيم بن أبي حية "

اقول: ابن عدی کا پورا قول الکامل ابن عدی (١/٢٤١) میں ہے:

" ولأبي شيبة أحاديث صالحة غير ما ذكرت عن الحكم وعن غيره وهو ضعيف على ما بينت وهو إن كان نسب إلى الضعف فإنه خير من إبراهيم ابن أبي حية الذي تقدم ذكره "

لہٰذا معلوم ہوا کہ ابن عدی کے نزدیک وہ ضعیف ہے، جس ابراہیم بن ابی حیہ پر اسے ترجیح دی گئی ہے، اس کے بارے میں ابن عدی الکامل (١/٢٣٩) میں لکھتے ہیں:

" وضعف إبراهيم بن أبي حية بين على أحاديثه ورواياته وأحاديث هشام ابن عروة التي ذكرتها كلها مناكير "

معلوم ہوا کہ ابن ابی حیہ پر ابن عدی کا ابوشیبہ کو ترجیح دینا اس کی توثیق نہیں ہے، بلکہ ایک ضعیف پر دوسرے ضعیف کو ترجیح دینا ہے۔

دوسرا یہ کہ ابراہیم بن ابی حیہ کو حسن الحدیث کہنا انصاف کا خون کرنے کے مترادف ہے، ابراہیم مذکور کو اگر ابن معین نے "شيخ ثقة كبير" کہا تو ان کے مقابلے میں بخاری نے کہا: منكر الحديث، نسائی نے کہا: ضعيف، دارقطنی نے کہا: متروك، ابوحاتم نے کہا: منكر الحديث، ابن المدینی نے کہا: ليس بشيئ، اور ابن حبان نے جرح کی دیکھئے لسان المیزان (۱/۵۲، ۵۳) لہٰذا اس کا ضعف ہی راجح ہے، اگر یہ شخص حسن الحدیث ہے تو پھر عیسیٰ بن جاریہ کا کیا قصور ہے؟

۵۸: قولہ: ص ۲۶ = "جبکہ امت کا ۱۲ سو سال تک بیس پر عمل کرنا اس کی صحت کی علامت ہے"

اقــول : یہ بات جھوٹ ہے، امت میں تو اس مسئلہ پر بڑا اختلاف ہے، بعض نے کہا: اکتالیس رکعات، بعض نے کہا انچاس، بعض نے کہا اڑتیس، بعض چھتیس اور وتر، بعض چونتیس، بعض اٹھائیس، بعض چوبیس، بعض تیئیس، بعض سولہ، بعض تیرہ اور بعض گیارہ کے قائل ہیں، دیکھئے عمدۃ القاری (۱۱/۱۲۶) تصنیف العینی الحنفی

بلکہ بعض علماء مثلاً امام احمد اور امام ابن تیمیہ رحمہما اللہ تو سرے سے کسی حد کے قائل ہی نہیں ہیں۔

۵۹: قولہ: ص ۲۸ = "تلقي بالقبول"

اقول : اس سے مراد اجماع ہے، قریشی صاحب نے خود لکھا ہے: "مگر ساری امت کا عمل اسی پر ہے" لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ اجماع ہے، اگر قریشی صاحب یہ ثابت کر دیں کہ ۲۰ رکعات کے سنت ہونے پر ساری امت کا اجماع ہے تو ہم اس مسئلہ کو تسلیم کر لیں گے۔ ہم اجماع کو

حجت مانتے ہیں، یادرہے کہ خالی کارتوسوں کی نہیں بلکہ دلائل واضحہ قاطعہ صحیحہ کی ضرورت ہے۔

۶۰: قولہ:ص۲۹ = "یہ اعتراض ہمارے نزدیک بالکل غلط ہے"

اقول : یہ اعتراض کرنے والے حافظ ابن حجر، العینی اور الزیلعی وغیرہم ہیں، لہٰذا قریشی صاحب صاف اعلان کردیں کہ ابن حجر، عینی اور زیلعی وغیرہم اس مسئلہ میں غلط تھے، وہ نہیں سمجھ سکے مگر قریشی صاحب نے سمجھ لیا ہے۔

۶۱: قولہ:ص۲۹ = "گیارہ رکعات والی حدیث مضطرب ہے"

اقول : صحیحین کی تمام متصل مرفوع احادیث صحیح ہیں اور انھیں مضطرب کہنا باطل ہے، شاہ ولی اللہ دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ میں ان لوگوں کو بدعتی اور غیر سبیل المومنین پر چلنے والا کہا ہے۔ جو صحیحین کی احادیث پر طعن کرتے ہیں۔

ایسا شخص صحیح بخاری کی حدیث کو مضطرب کہہ رہا ہے جو کہ بذاتِ خود مضطرب ہے، ایک جگہ موطأ کی تمام مرویات کو صحیح تسلیم کرتا ہے، بنقل شاہ ولی اللہ، اور دوسری جگہ خود موطأ کی روایت پر جرح کرتا ہے، ایسے شخص کو کیا حق ہے کہ وہ صحیحین پر طعن کرے، حالانکہ صحیحین کی صحت پر اجماع ہو چکا ہے اور اس اجماع کا دعویٰ متعدد ثقہ اماموں نے کیا ہے۔

۶۲: قولہ:ص۲۹ = "دوسرا یہ کہ وہ تہجد کے باب میں ہے"

اقول : اس حدیث کو امام بخاری تراویح کے باب (۱/۱۵۴ باب نمبر۱۴ ح۲۰۱۳، ۱۱۴۷/۱/۲۶۹ ح۲۰۱۳) میں لائے ہیں کتاب الصوم میں، اسی طرح امام بیہقی بھی السنن الکبریٰ (۶/۲) میں رکعات قیام رمضان کے باب میں لائے ہیں۔ محمد بن الحسن الشیبانی اور نیموی (آثار السنن ص ۲۴۸ ح ۷۷۳) بھی اسے تراویح سے متعلق سمجھتے ہیں، کیا ان سب کی تبویب غلط ہے؟

اگر محمد بن نصر نے باب نہیں باندھا تو بخاری وغیرہ نے باب باندھا ہے، کیا عدم ذکر نفی ذکر کو مستلزم ہوتا ہے؟ آخر آپ لوگوں کے اصول کیا ہیں؟

۶۳: قولہ:ص۳۱ = "حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا آخری عمل بیس رکعت ہی تھا"

اقول : دلیل پیش کریں۔

٦٤: قولہ:ص۳۳= ''كان إذا دخل رمضان تغير لونه و كثرت صلاته''

اقول : یہ روایت امام بیہقی کی شعب الایمان (۳۱۰/۳، ۳۳۱ ح ۳۶۲۵، ۳۶۲۶) میں موجود ہے، قریشی صاحب سے درخواست ہے کہ اس کی سند کا صحیح ہونا ثابت کریں، اس کے بعد اس کے متن پر بحث ہوگی۔

٦٥: قولہ:ص۳۵= ''مگر سب مل کر حسن لغیرہ کی حیثیت حاصل کر لیتے ہیں''

اقول : دیکھئے تعاقب نمبر:۲۲

٦٦: قولہ:ص۳۶= ''بیس رکعت پر اجماع ہوگیا''

اقول : اس اجماع کا دعویٰ مردود ہے بلکہ ائمہ سے اس کے خلاف ثابت ہے۔

٦٧: قولہ:ص۳۶= ''وہ سخت ضعیف ہیں''

اقول : وہ روایت جسے ابن خزیمہ وابن حبان وغیرہما صحیح کہیں قریشی صاحب کے نزدیک سخت ضعیف ہے، اور جسے سب ضعیف یا منکر کہیں تو مقبول یا حسن لغیرہ، یہ کیسا انصاف ہے؟

٦٨: قولہ:ص۳۶= ''ان کے بارے میں ابن جوزی کا قول بالکل نا قابل اعتبار ہے''

اقول : یہ قول کہاں ہے اور کیا عینی وسیوطی کا قول بھی نا قابل اعتبار ہے اور کیا محشی ہدایہ کا قول بھی نا قابل اعتبار ہے؟

٦٩: قولہ:ص۳۸= ''میرے پاس ان تین آدمیوں کے بارے میں معلومات نہیں تھیں''

اقول : اگر آپ کے پاس نہیں ہیں تو ہمارے پاس تشریف لے آئیں ہم آپ کو بتا دیں گے۔ ان شاء اللہ

تنبیہ: جن کے بارے میں قریشی صاحب نے معلومات کا دعویٰ کیا ہے وہ تحریریں بھی محلِ نظر ہیں ان شاء اللہ ثالث اشخاص کو تفصیل بتا دی جائے گی، بشرطیکہ وہ تشریف لے آئیں۔

٧٠: قولہ:ص۳۹= ''چیلنج''

اقول : معلوم ہوتا ہے کہ قریشی صاحب کو چیلنج بازی کا بڑا شوق ہے۔ واللہ اعلم

اب ہمارے چیلنج سنیں:

① چودہ سو سال میں کسی ایک ثقہ محدث سے ثابت کریں کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کا تعلق نماز تراویح کے ساتھ نہیں ہے۔

② چودہ سو سال میں کسی ایک ثقہ محدث سے ثابت کریں کہ تراویح اور تہجد (من حیث کل الوجوہ) علیحدہ علیحدہ نمازیں ہیں۔

③ چودہ سو سال میں کسی ایک ثقہ محدث سے ثابت کریں کہ بیس رکعات تراویح کے سنت ہونے پر اجماع ہے۔

④ چودہ سو سال میں کسی ایک ثقہ محدث سے ثابت کریں کہ آٹھ رکعات سنت نبوی نہیں ہیں۔

نوٹ : مقلدین (مثلاً ملا علی قاری وغیرہ) کے حوالے پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد، بخاری اور مسلم وغیرہم رحمہم اللہ یا ان جیسے علماء کے حوالے پیش کریں۔

⑤ اپنے مزعوم امام ابوحنیفہ ہی سے باسند صحیح بیس رکعات کا سنت مؤکدہ ہونا ثابت کر دیں۔

⑥ کسی ایک تابعی سے بیس رکعات کا سنت مؤکدہ ہونا باسند صحیح ثابت کریں۔

⑦ کسی ایک صحابی سے بیس رکعات کا سنت ہونا باسند صحیح ثابت کریں۔

⑧ چودہ سو سال میں سے کسی ایک ثقہ محدث سے ثابت کر دیں کہ ابوشیبہ العبسی عیسیٰ بن جاریہ سے بہتر تھا۔

⑨ چودہ سو سال میں سے کسی ایک ثقہ محدث سے ثابت کر دیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جنگ صفین کے موقعہ پر زندہ تھے۔

⑩ صحیح بخاری یا صحیح مسلم یا کسی صحیح حدیث سے یہ ثابت کریں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام اللیل یا

قیام رمضان یا (تراویح) میں چار چار رکعت کے بعد سلام پھیرا تھا، دو رکعت کے بعد نہیں

اگر ہمارے ان چیلنجوں کا جواب نمبر وار دے دیں تو پھر ہمیں یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ فریق مخالف کا موقف صحیح وقوی ہے اور اگر صحیح جوابات نہ دے سکیں تو............الخ

(ابھی تک جواب نہیں آیا۔ ۲۶ رجب ۱۴۲۷ھ)
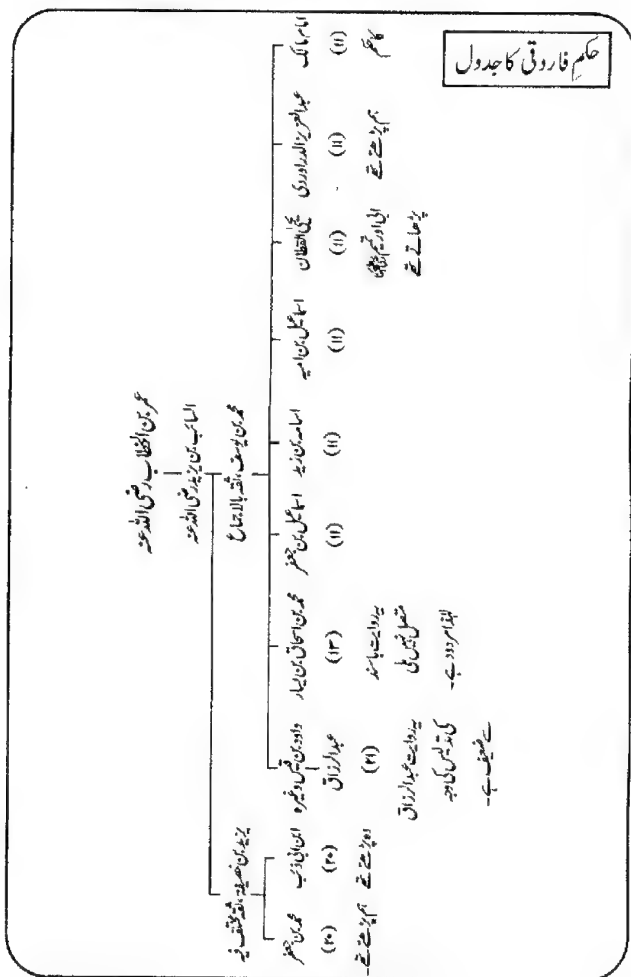
حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا پر مزید بحث

فریق مخالف کی طرف سے محدثین اوران کے اتباع پر یہ اعتراض مسلسل کیا جاتا ہے:

۱: آپ دو دو رکعت کیوں پڑھتے ہیں جب کہ حدیث عائشہ میں چار رکعت ہے؟

۲: آپ سارا رمضان کیوں جماعت سے پڑھتے ہیں جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صرف تین دن جماعت فرمائی تھی۔

تو عرض ہے کہ صحیح بخاری کی کسی حدیث میں یہ بالکل نہیں ہے کہ آپ نے یہ چار رکعات ایک سلام سے پڑھی تھیں یا پڑھتے تھے۔ لہٰذا اس روایت میں اجمال ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں صاف موجود ہے کہ آپ ہر دو رکعت پر سلام پھیر دیتے تھے چونکہ صحیح مسلم کی روایت مفسر اور واضح ہے لہٰذا ہم نے صحیح بخاری کی حدیثِ عائشہ کا وہی مطلب سمجھا ہے جو کہ صحیح مسلم کی حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہے۔ ہمارے نزدیک حدیث حدیث کی تشریح کرتی ہے اور احادیث صحیحہ میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ خاص عام پر، منطوق مفہوم پر اور صریح مبہم پر ہمیشہ مقدم ہوتا ہے۔

رہا مسئلہ باجماعت نماز کا تو اس سلسلہ میں ہمارے پاس متعدد دلائل ہیں مثلاً:

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام رمضان (تراویح) کی نماز باجماعت کی بہت ترغیب دی ہے۔ آپ نے فرمایا:

"إن الرجل إذا صلّى مع الإمام حتّٰى ينصرف حسب له قيام ليلة"

بے شک جو آدمی امام کے ساتھ نماز پڑھ کے (گھر وغیرہ) لوٹتا ہے تو اسے ساری رات کے قیام کا ثواب ملتا ہے۔

(یہ روایت سنن ترمذی ۱/۱۶۶ ح ۸۰۶، سنن ابی داود ۱/۱۹۵ ح ۱۳۷۵ واللفظ لہ، سنن نسائی ۱/۱۹۲ ح ۱۶۰۶، سنن ابن ماجہ ص ۹۴ ح ۱۳۲۷، اور مسند احمد ۵/۱۵۹ ح ۲۱۷۴۹ وغیرہ

میں رمضان کی تصریح کے ساتھ موجود ہے) محمد بن علی النیموی نے آثار السنن (ص ۳۸۷ ح ۷۶۸) میں اس روایت کے بارے میں کہا: ''إسناده صحيح''

ان سے پہلے (بھی) متعدد محدثین نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ معترضین کے اعتراضات کے رد کے لئے صرف یہی ایک ہی حدیث کافی ہے۔

② رسول اللہ ﷺ نے اگر کوئی کام ایک ہی دفعہ کیا ہے تو یہ ہمارے لئے اس کام کے جواز کی زبردست دلیل ہے۔ سنن ابن ماجہ (۳۵۷۸) مسند احمد (۳۵/۵ ح ۳۰۶۳۹)، مسند ابی داود الطیالسی (ح ۱۰۷۲) اور صحیح ابن حبان (الاحسان ۴۰۱/۷ ح ۵۴۲۸، فی نسخۃ اخریٰ ۲۶۶/۱۲ تا ۲۹۱ ح ۵۴۵۲) میں حدیث ہے: سیدنا قرۃ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس آئے تو دیکھا کہ آپ کے قمیص کے بٹن کھلے ہوئے تھے۔ اس کے بعد معاویہ بن قرہ اور ان کے بیٹے کو ہمیشہ بٹن کھلے ہوئے ہی دیکھا گیا۔ (مسند علی بن الجعد ۹۶۴/۲ ح ۲۷۷۵)

اب یہ مطالبہ کرنا کہ ہم صرف وہی کام کریں گے جسے نبی ﷺ نے بار بار یا روزانہ کیا ہو تو ہم اس مطالبے کو صحیح نہیں سمجھتے، ہمارے لئے تو رسول اللہ ﷺ کا ایک وقت کا فعل بھی حجت ہے بشرطیکہ نسخ یا تخصیص ثابت نہ ہو۔

③ رسول اللہ ﷺ نے تین دن سے زیادہ جماعت نہ کرانے کی وجہ بیان فرما دی کہ مجھے اس کے فرض ہو جانے کا ڈر تھا۔ انور شاہ کشمیری فیض الباری (۳۴۷/۲) میں حدیث: ''لكني خشيت أن تفرض عليكم'' (بخاری ح ۲۰۱۲) کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ''أي جماعة'' یعنی اس حدیث سے مراد نماز باجماعت ہے، الخ۔ اب چونکہ یہ علت رفع ہو گئی لہٰذا ہمیشہ کے لئے اس جماعت کے قائم کرنے کا ثبوت مل گیا۔

④ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے قیام رمضان (باعتراف آلِ تقلید تراویح گیارہ رکعت) کی جماعت کروائی اور کسی نے بھی ان پر اعتراض نہیں کیا لہٰذا جواز ثابت ہوا۔ یہ بھی یاد رہے کہ خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنے کا حکم نبی ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے دیا ہے۔

لہٰذا معترضین کے تمام اعتراضات باطل ثابت ہو گئے۔ الحمد للہ

آخر میں ثالثین کی خدمت میں عرض ہے کہ فیصلہ سے پہلے درج ذیل کتابیں بھی ضرور پڑھیں:

① انوار مصابیح (نذیر احمد اعظمی)
② حدیث خیر وشر (حافظ عبدالمتین میمن جوناگڑھی)
③ تعداد تراویح (مصنف حافظ عبدالمنان نورپوری)
④ راقم الحروف کے مضامین (جو اس کتاب میں شائع کردیئے گئے ہیں والحمدللہ)

وما علینا إلا البلاغ (۳ جون ۱۹۹۳م)

نماز تراویح

دیوبندی بنام دیوبندی

اس مضمون میں انوار خورشید دیوبندی کی کتاب ''حدیث اور اہلحدیث'' کے ''ابواب التراویح'' کا مکمل جواب دیوبندی اصول کی رو سے پیشِ خدمت ہے، پہلے حدیث اور اہلحدیث کی ''دلیل'' کا عکس درج کیا گیا ہے اور بعد میں اس پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ والحمدللہ

نقطۂ آغاز

الحمد لله رب العلمين والصلوٰة والسلام علٰى رسوله الأمين، أما بعد:

انوار خورشید دیوبندی کی کتاب ''حدیث اور اہلحدیث'' کے باب ''ابواب التراویح'' کا مکمل جواب پیشِ خدمت ہے۔ ہم نے اس جواب میں اتمامِ حجت کے لئے ''حدیث اور اہلحدیث'' کی عبارت کا عکس نقل کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

چند قابلِ توجہ باتیں درج ذیل ہیں:

① آلِ تقلید کا دعویٰ ہے کہ ''مسنون تراویح بیس رکعات ہیں'' لیکن ایک بھی صحیح حدیث بطورِ دلیل پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

② آلِ تقلید کا دعویٰ ہے کہ ''صحابہ کرام سے بیس تراویح پڑھنا ثابت ہے'' لیکن کسی ایک بھی صحابی کا باسند صحیح اثر بطورِ دلیل بیان کرنے سے عاجز ہیں۔

③ ''بیس رکعات تراویح'' پر دعویٰ اجماع کرتے ہیں لیکن خود اس دعوے میں مضطرب نظر آتے ہیں۔

④ بالآخر بطورِ حجت چند تابعین اور بعض ائمہ کا سہارا لیتے ہیں۔

عرض ہے کہ تراویح میں تو انھیں بطورِ حجت پیش کیا جاتا ہے لیکن جہاں ان لوگوں کے مفادات پر زد پڑتی ہے تو وہاں ان سے اعراض کیوں کیا جاتا ہے؟

⑤ ڈبے میں ''حدیث اور اہلحدیث'' نامی کتاب کا سکین کیا ہوا عکس ہے اور نیچے اس کا جواب دیوبندی اصول کی روشنی میں دیا گیا ہے۔

①

ابواب التراویح

تراویح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں

۱۔ عن ابی هریرة قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يرغب في قيام رمضان من غير ان يأمرهم فيه بعزيمة فيقول من قام رمضان ايمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه فتوفي رسول الله صلى الله عليه وسلم والامر على ذلك ثم كان الامر على ذلك في خلافة ابي بكر وصدرا من خلافة عمر على ذلك۔ (مسلم ج ۱ [illegible])

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیام رمضان کی بہت ترغیب دیتے تھے لیکن اس سلسلہ میں کوئی تاکیدی حکم نہیں دیتے تھے، آپ فرماتے تھے جس نے رمضان کی راتوں میں، میں ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے قیام کیا تو اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور معاملہ اسی طرح رہا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دنوں میں بھی اسی طرح رہا۔

(ص ۶۳۱)

جواب: یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ قیام رمضان اور تراویح ایک ہی نماز کے دو نام ہیں ورنہ انوار خورشید دیوبندی صاحب "قیام رمضان" والی حدیث "ابواب التراویح" کے تحت کبھی ذکر نہ کرتے۔

②

۲۔ عن عبد الرحمن بن عوف قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله تبارك وتعالى فرض صيام رمضان عليكم وسننت لكم قيامه فمن صامه وقامه ايمانا واحتسابا خرج من ذنوبه كيوم ولدته امه (نسائی ج ۱ [illegible])

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض کئے ہیں اور میں نے تمہارے لیے اس میں قیام کو سنت قرار دیا ہے سو جس شخص نے رمضان میں روزے رکھے اور قیام کیا ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے تو وہ اپنے گناہوں سے ایسے نکل گیا جیسے کہ جس دن اس کو اس کی ماں نے جنا تھا۔

جواب: یہ روایت ہمارے نسخہ میں (المجتبیٰ للنسائی ۴/۱۵۸ ح ۲۲۱۲) میں موجود ہے، اس کا ایک راوی نضر بن شیبان ہے، اس کے بارے میں امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: "ليس حديثه بشيء" اس کی حدیث کچھ چیز نہیں ہے۔ (الجرح والتعدیل ۸/۴۷۷ وسندہ صحیح)

اس راوی کو ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کر کے لکھا ہے: "كان ممن يخطئ" یہ توثیق جمہور کے مقابلے میں مردود ہے نیز دیکھئے تہذیب التہذیب (۱۰/۳۹۲)

حافظ ابن حجر نے کہا: "لین الحدیث" یعنی یہ حدیث میں ضعیف ہے۔

(التقریب: ۷۱۳۶) امام نسائی، درج بالا حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: "هذا غلط" یہ حدیث غلط ہے۔ (السنن الکبریٰ ۲/۸۹ ح ۲۵۱۸)

تنبیہ: السنن الصغریٰ للنسائی (ح ۲۲۱۰) میں "هذا خطأ" لکھا ہوا ہے، معنی ایک ہی ہے۔

③

٣- عن عروة ان عائشة اخبرته ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج ليلة من جوف الليل فصلى في المسجد وصلى رجال بصلاته فاصبح الناس فتحدثوا فاجتمع اكثر منهم فصلوا معه فاصبح الناس فتحدثوا فكثر اهل المسجد من الليلة الثالثة فخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى فصلوا بصلاته فلما كانت الليلة الرابعة عجز المسجد عن اهله حتى خرج لصلوة الصبح فلما قضى الفجر اقبل على الناس فتشهد ثم قال اما بعد فانه لم يخف على مكانكم ولكني خشيت ان تفترض عليكم فتعجزوا عنها فتوفي رسول الله صلى الله عليه وسلم والامر على ذالك.

(بخاری ۱/۲۶۹ مطبوعہ ملتان)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ درمیان رات میں گھر سے تشریف لے گئے آپ نے مسجد میں نماز پڑھی اور آپ کے پیچھے لوگوں نے بھی (یہی) نماز پڑھی جب صبح ہوئی تو لوگوں نے (پچھلی رات کی نماز کا) آپس میں تذکرہ کیا چنانچہ دوسری رات پہلے سے زیادہ تعداد ہو گئی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور آپ کے ساتھ وہی نماز لوگوں نے بھی پڑھی۔ صبح ہوئی تو پھر چرچا ہوا اور تیسری رات لوگوں کی تعداد اور بھی زیادہ ہو گئی پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور آپ کے ساتھ لوگوں نے بھی وہی نماز پڑھی۔ جب چوتھی رات آئی تو مسجد نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے تنگ ہو گئی جس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے لیے ہی تشریف لائے۔ جب نماز ادا کر لی تو آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا تمہارا یہاں آنا مجھ پر مخفی نہیں تھا لیکن میں ڈرا کہ کہیں نماز تم پر فرض نہ ہو جائے اور تم اس کے ادا کرنے سے عاجز ہو جاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور معاملہ اسی طرح رہا۔

جواب: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز تراویح (قیام رمضان) فرض یا واجب نہیں ہے۔

④

٤- عن ابى ذر صمنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم رمضان فلم يقم بنا شيئا من الشهر حتى بقي سبع فقام بنا حتى ذهب ثلث الليل فلما كانت السادسة لم يقم بنا فلما كانت الخامسة قام بنا حتى ذهب شطر الليل فقلت يا رسول الله لو نفلتنا قيام هذه الليلة قال فقال ان الرجل اذا صلى مع الامام حتى ينصرف حسب له قيام ليلة قال فلما كانت الرابعة لم يقم فلما كانت الثالثة جمع اهله ونساءه والناس فقام بنا حتى خشينا ان يفوتنا الفلاح قال قلت ما الفلاح قال السحور ثم لم يقم بنا بقية الشهر.

(ابوداؤد ج۱ [illegible])

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے۔ آپ نے پورے مہینے ہمیں رات میں نماز نہیں پڑھائی یہاں تک کہ سات دن باقی رہ گئے تو (تیئسویں رات میں) آپ نے ہمیں نماز پڑھائی یہاں تک کہ تہائی رات گزر گئی۔ جب چھ دن رہ گئے تو نماز نہیں پڑھائی (یعنی چوبیسویں رات میں) پھر جب پانچ دن رہ گئے تو نماز پڑھائی۔ (یعنی پچیسویں رات میں) یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ اس رات کے باقی حصے میں بھی ہمیں نفل پڑھا دیتے تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ آپ نے فرمایا جب کوئی شخص امام کے ساتھ نماز (عشاء) پڑھے پھر اپنے گھر واپس جائے تو پوری رات نماز پڑھنے والا شمار کیا جائے گا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب چار دن رہ گئے تو آپ نے ہمیں نماز نہیں پڑھائی (یعنی چھبیسویں رات میں) جب تین دن باقی رہ گئے تو آپ نے اپنے گھر والوں، عورتوں اور دیگر لوگوں کو جمع کیا اور نماز پڑھائی (یعنی ستائیسویں رات میں) اتنی لمبی نماز پڑھائی کہ ہمیں یہ اندیشہ ہونے لگا کہ ہم سے فلاح رہ جائے گی۔ حضرت جبیر بن نفیر کہتے ہیں میں نے عرض کیا فلاح رہ جانے کا کیا مطلب ہے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا سحری مراد ہے، پھر باقی ایام میں آپ نے ہمیں نماز نہیں پڑھائی۔

جواب: اس حدیث سے دو مسئلے ثابت ہوئے:

اول: تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے، تیسری رات میں آپ ﷺ کا تراویح اور تہجد علیحدہ علیحدہ پڑھنا ثابت نہیں ہے۔

دوم: امام کے ساتھ تراویح پڑھنا بہت فضیلت والا عمل ہے لہٰذا سارا مہینہ جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنا افضل ہے۔

⑤

۵۔ عن ثعلبة بن ابی مالك القرظی قال خرج رسول الله صلی الله علیه وسلم ذات لیلة فی رمضان فرأی ناسا فی ناحیة المسجد یصلون فقال ما یصنع هؤلاء قال قائل یا رسول الله هؤلاء ناس لیس معهم قرآن و ابی بن کعب یقرأ وهم معه یصلون بصلاته قال قد احسنوا او قد اصابوا ولم یکره ذلك لهم

(معرفة السنن والآثار للبیهقی ج ۲ ص ...)

حضرت ثعلبہ بن ابی مالک قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں ایک رات مسجد تشریف لائے تو لوگوں کو مسجد کے ایک کونہ میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا آپ نے فرمایا یہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ ایک کہنے والے نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو قرآن یاد نہیں ہے ابی بن کعب (نماز میں قرآن) پڑھ رہے ہیں اور یہ ان کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا انہوں نے اچھا کیا یا یہ فرمایا کہ صحیح کیا اور یہ چیز آپ نے ان کے لیے ناپسند نہیں کی

جواب: یہ روایت ہمارے نسخے (۳۰۳/۲ ح ۱۳۶۳) میں موجود ہے، اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ تراویح کی جماعت مسنون ہے، لہٰذا دیوبندی حضرات جو اعتراض کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تین دن جماعت کرائی ہے، اس لئے اہل حدیث بھی تین دن ہی جماعت سے پڑھیں، یہ اعتراض غلط ہے، قولی، فعلی اور تقریری ہر صحیح حدیث حجت ہوتی ہے۔

⑥

۶۔ عن ابن عباس ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة والوتر

(مصنف ابن ابی شیبة ج ۲ ص ۳۹۴، بیهقی ج ۲ ص ۴۹۶، معجم طبرانی کبیر ج ۱۱ ص ۳۹۳، مسند عبد بن حمید ص ۲۱۸)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں بیس رکعتیں اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

جواب: اس روایت کے بارے میں انور شاہ کشمیری دیوبندی فرماتے ہیں:

" بسند ضعیف وعلی ضعفه اتفاق " یہ ضعیف سند سے ہے اور اس کے ضعف پر اتفاق ہے۔ (العرف الشذی ۱۶۶/۱)

دیوبندیوں کے پیارے ابوالقاسم رفیق دلاوری صاحب اعلان فرماتے ہیں:

"کسی صحیح روایت میں آپ کی تعداد رکعات مذکور نہیں۔ اور اس بارہ میں بیس یا آٹھ رکعات کی جس قدر روایتیں ہیں وہ سب ضعیف ہیں" (عماد الدین ص ۳۹۹)

دلاوری صاحب نے ایک اہل حدیث کو جواب دیتے ہوئے لکھا ہے:

"کسی صحیح حدیث میں نہ بیس کا ذکر ہے اور نہ آٹھ کا، اس لئے سرور دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ عمل نہ آپ پیش کر سکتے ہیں اور نہ میں ....." (التوضیح عن رکعات التراویح ص ۷۹)

اس بیان میں دلاوری صاحب نے بیس رکعت والی روایت کے ضعیف ہونے کا علانیہ اعتراف کیا ہے، رہا ان کا آٹھ تراویح سے بھی انکار کرنا تو اس کے رد کے لئے دیوبندیوں کے

(نزدیک معتمد علیہ) چار اقوال پیشِ خدمت ہیں:

۱: خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی نے کہا:

"اور سنت ہونا تراویح کا آٹھ رکعت تو باتفاق ہے" (براہین قاطعہ ص۱۹۵)

۲: عبدالشکور لکھنوی نے کہا: "اگرچہ نبی ﷺ سے آٹھ رکعت تراویح مسنون ہے اور ایک ضعیف روایت میں ابن عباس سے بیس رکعت بھی، مگر......" (علم الفقہ ص۱۹۸، حاشیہ: حصۂ دوم)

۳: انور شاہ کشمیری دیوبندی لکھتے ہیں: "ولا مناص من تسليم أن تراويحه عليه السلام كانت ثمانية ركعات ......وأما النبي ﷺ فصح عنه ثمان ركعات" اور اس بات کو تسلیم کرنے سے کوئی چھٹکارا نہیں ہے کہ آپ ﷺ کی تراویح آٹھ رکعات تھیں...... اور نبی ﷺ سے آٹھ رکعات باسند صحیح ثابت ہیں۔ (العرف الشذی ص۱۶۶)

۴: محمد احسن نانوتوی نے لکھا ہے: "لأن النبي ﷺ لم يصلها عشرين بل ثمانيا" بے شک نبی ﷺ نے بیس (رکعات) نہیں پڑھیں بلکہ آپ نے آٹھ پڑھی ہیں۔

(حاشیہ کنزالدقائق ص۳۶ حاشیہ نمبر۴)

انور شاہ کشمیری، رفیق دلاوری اور عبدالشکور لکھنوی کے نزدیک بیس رکعات والی حدیث ضعیف ہے، پنج پیری دیوبندیوں کے بڑے عالم غلام حبیب دیوبندی بیس تراویح والی روایت دو کتابوں سے نقل کرکے لکھتے ہیں: "ولكنهما ضعيفان" یہ دونوں (روایتیں) ضعیف ہیں۔ (ضیاء المصابیح فی مسئلۃ التراویح ص۵)

خلاصۃ التحقیق: انوار خورشید صاحب کی پیش کردہ روایت اس کے اپنے پسندیدہ مولویوں کے نزدیک ضعیف یعنی مردود ہے۔ والحمدللہ

تنبیہ: اس حدیث کے راوی ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ پر جرح کے لئے دیکھئے نصب الرایہ (۱/۵۳، ۲/۶۶، ۶۷، ۱۵۳)

ایک روایت کے بارے میں محمد تقی عثمانی دیوبندی صاحب فرماتے ہیں:

"لیکن یہ ابراہیم بن عثمان کی وجہ سے ضعیف ہے" (درس ترمذی ۳/۳۰۴)

ابراہیم بن عثمان پر شدید جرح کے لئے دیکھئے حاشیہ آثار السنن (ح ۷۸۵ حاشیہ:۲۹۱)

(7)

٧۔ عن جابر بن عبد الله قال خرج النبي صلى الله عليه وسلم ذات ليلة في رمضان فصلى الناس اربعة وعشرين ركعة واوتر بثلثة. (تاریخ جرجان لابی القاسم حمزہ بن یوسف السہمی ص ٢٧ مشکل)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک میں ایک رات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام باہر تشریف لائے اور صحابہ کرام کو چوبیس رکعتیں (۴ عشاء کی اور ۲۰ تراویح کی) پڑھائیں اور تین رکعات وتر پڑھے۔

جواب: ہمارے نسخہ میں یہ روایت صفحہ ۳۱۶، ۳۱۷ (ح ۵۵۶) پر ہے۔ اس کا ایک راوی محمد بن حمید الرازی ہے، اس کے بارے میں شدید جرحیں نقل کر کے خان بادشاہ بن چاندی گل دیوبندی لکھتا ہے: ''کیونکہ یہ کذاب اور اکذب اور منکر الحدیث ہے''

(القول المبین فی اثبات التراویح العشرین والرد علی الالبانی المسکین ص ۳۳۴)

دوسرا راوی عمر بن ہارون بھی مجروح ہے، دیکھئے نصب الرایہ (۳۵۱/۱، ۳۵۵، ۲۷۳/۴) باقی سند میں بھی نظر ہے۔

تنبیہ: ایسی موضوع روایت پیش کرنا دیوبندیوں ہی کا کام ہے۔

(8)

٨۔ عن عبد الرحمن بن عبد القاري انه قال خرجت مع عمر بن الخطاب ليلة في رمضان الى المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون يصلي الرجل لنفسه و يصلي الرجل فيصلي بصلوته الرهط فقال عمر اني ارى لو جمعت هؤلاء على قارئ واحد لكان امثل ثم عزم فجمعهم على ابي بن كعب ثم خرجت معه ليلة اخرى والناس يصلون بصلوة قارئهم قال عمر نعم البدعة هذه والتي تنامون عنها افضل من التي تقومون يريد آخر الليل وكان الناس يقومون اوله. (بخاری [illegible])

حضرت عبدالرحمن بن عبد القاری فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان المبارک کی ایک رات مسجد کی طرف نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ متفرق ٹولیوں میں بٹے ہوئے تھے، کوئی شخص تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور کوئی شخص نماز پڑھ رہا تھا تو ایک گروہ اس کی اقتدا کر رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ اگر میں ان لوگوں کو ایک قاری کی اقتداء میں جمع کردوں تو بہت اچھا ہو۔ پھر آپ نے اس کا عزم کر لیا اور لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں جمع کر دیا۔ پھر میں ایک دوسری رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ نکلا تو دیکھا کہ لوگ اپنے قاری کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ نئی چیز بہت اچھی ہے اور وہ نماز جس سے تم سو جاتے ہو وہ افضل ہے اس نماز سے جو تم پڑھ رہے ہو۔ آپ کی مراد اس سے رات کے آخری حصے میں قیام کرنا تھا اور لوگ شروع رات میں قیام کیا کرتے تھے۔

جواب: اس حدیث سے پانچ مسئلے ثابت ہوتے ہیں:

۱: تراویح کی جماعت جائز و مستحسن ہے۔

۲: اس میں عددِ رکعات مذکور نہیں ہے۔

۳: تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے۔ فعلِ عمر رضی اللہ عنہ سے استدلال کرتے ہوئے انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب نے یہ ثابت کیا ہے کہ تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے۔ دیکھئے فیض الباری (۴۲۰/۲)

۴: بدعت سے مراد لغوی بدعت ہے اصطلاحی نہیں۔

۵: یہ حدیث صحیح بخاری میں کتاب صلوٰۃ التراویح باب فضل من قام رمضان، بعد از کتاب الصوم میں ہے (۲۶۹/۱ ح ۲۰۱۰) اسی باب میں امام بخاری وہ حدیث بھی لائے ہیں جس میں ''رمضان ہو یا غیر رمضان نبی ﷺ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے'' کا ذکر ہے۔

(ایضاً ح ۲۰۱۳)

اس حدیث کو انوار خورشید صاحب نے چھپا لیا ہے، عام دیوبندی حضرات اس حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ ''اس کا تعلق صرف تہجد کے ساتھ ہے تراویح کے ساتھ بالکل کوئی تعلق نہیں ہے، امام بخاری کو یہ بڑی غلطی لگی ہے کہ انھوں نے بے تعلق والی حدیث کو تراویح کے باب میں ذکر کر دیا ہے۔'' یہ ساری تاویل باطل ہے۔ والحمدللہ

⑨

٩- عن أبي بن كعب أن عمر بن الخطاب أمره أن يصلي بالليل في رمضان فقال إن الناس يصومون النهار ولا يحسنون أن يقرؤا فلو قرأت عليهم بالليل فقال يا أمير المؤمنين هذا شيء لم يكن فقال قد علمت ولكنه حسن فصلى بهم عشرين ركعة. رواه ابن منيع (كنز العمال ...)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا کہ وہ رمضان میں رات کو لوگوں کو نماز پڑھایا کریں۔ آپ نے فرمایا کہ لوگ دن میں روزہ تو رکھتے ہیں لیکن اچھی طرح قراءت نہیں کر سکتے۔ اگر تم رات کو ان پر قرآن پڑھا کرو تو اچھا ہو۔ حضرت ابی بن کعب نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین پہلے ایسے نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا مجھے بھی علم ہے تاہم یہ ایک اچھی چیز ہے چنانچہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیس رکعات پڑھائیں۔

جواب: یہ روایت کنز العمال (۴۰۹/۸ ح ۲۳۴۷۱) اور اتحاف الخیرۃ المہرۃ للبوصیری (۱۳۹/۳ ح ۲۳۹۰) میں بغیر کسی سند کے احمد بن منیع کے حوالے سے مذکور ہے، سرفراز صفدر دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ ''بے سند بات حجت نہیں ہو سکتی''

(احسن الکلام ۳۲۷/۱، اثر سعید بن المسیب)

دیوبندیوں سے مؤدبانہ عرض ہے کہ اگر ان کے پاس احمد بن منیع سے لے کر اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ تک اس روایت کی کوئی سند موجود ہے تو وہ اسے پیش کیوں نہیں کرتے؟

میرے شاگرد اور برادر نصیر احمد کاشف کی کوشش سے اس روایت کی سند المختارۃ للمقدسی میں مل گئی ہے (۳۶۷/۳ ح ۱۱۶۱) یہ سند ضعیف ہے۔ حافظ ابن حبان فرماتے ہیں کہ ''ابو جعفر الرازی کی ربیع بن انس سے روایت میں بہت زیادہ اضطراب ہوتا ہے۔''

(الثقات ۲۲۸/۴ وانوار الصحیفۃ فی الاحادیث الضعیفۃ، ابوداود: ۱۱۸۲)

(10)

۱۰- عن الحسن ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جمع الناس علی ابی بن کعب فکان یصلی لھم عشرین رکعۃ، الحدیث (ابوداؤد ج۱ صلاا، سیر اعلام النبلاء ج ۱ صلاا، جامع المسانید والسنن، مسند ابی بن کعب)	حضرت حسن سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر اکٹھا کر دیا، آپ انہیں بیس رکعتیں پڑھاتے تھے۔

جواب: یہ روایت منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، حنفیوں کے امام عینی فرماتے ہیں کہ " أن فیه انقطاعاً فإن الحسن لم یدرك عمر بن الخطاب " اس روایت میں انقطاع ہے (یہ منقطع ہے) کیونکہ حسن (البصری) نے عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کو نہیں پایا۔

(شرح سنن ابی داود ۳۴۳/۵)

تنبیہ: سنن ابی داود کے بہت سے نسخوں میں یہ روایت "عشرین لیلة" بیس راتیں، کے الفاظ سے موجود ہے اور ایسا ہی درج ذیل علماء نے نقل کیا ہے:

۱: ابن کثیر/مسند الفاروق (۱۸۷/۱)

۲: الذہبی/المہذب فی اختصار السنن الکبیر (۴۶۴/۲)

۳: صاحبِ مشکوۃ

۴: زیلعی وغیرہم

عینی حنفی کے نسخہ سنن ابی داود میں بھی "عشرین لیلة" ہی ہے۔ (۳۴۲/۵)

خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی صاحب نے یہ اصول سمجھایا ہے کہ اگر بعض نسخوں میں ایک عبارت ہو اور بعض میں نہ ہو تو یہ عبارت مشکوک ہوتی ہے۔

(دیکھئے بذل المجہود ۴/۱۷/۴ تحت ح ۷۴۸)

اس دیوبندی اصول کی رو سے انوار خورشید صاحب کا یہ ضعیف روایت پیش کرنا غلط ہے۔

(11)

۱۱- عن یحیی بن سعید ان عمر بن الخطاب امر رجلا یصلی بھم عشرین رکعۃ، (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲ صلاا)	حضرت یحیی بن سعید رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات پڑھاتے۔

جواب: اس حدیث کے بارے میں نیموی (حنفی) نے لکھا ہے:" یحیی بن سعید

الأنصاري لم يدرك عمر " یحییٰ بن سعید الانصاری نے عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔

(آثار السنن ح ۷۸۰، حاشیہ)

امام ابن حزم نے بتایا کہ یحییٰ بن سعید، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے پچیس سال بعد پیدا ہوئے تھے۔ (المحلی ۱۰/۶۰ مسئلہ:۱۸۹۹)

ایسی منقطع روایت کو مرسل معتضد وغیرہ قرار دے کر دنیا میں رائج کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو دن رات سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ ثابت کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:" يكفي في المناظرة تضعيف الطريق التي أبداها المناظر وينقطع إذا الأصل عدم ما سواها حتى يثبت بطريق أخرىٰ والله أعلم"

مناظرے میں یہ کافی ہے کہ مخالف کی پیش کردہ روایت کو ضعیف ثابت کر دیا جائے۔ وہ لاجواب ہو جائے گا، کیونکہ اصل یہ ہے کہ باقی سارے دلائل معدوم ہیں الا یہ کہ دوسری سند سے وہ روایت ثابت ہو جائے۔ واللہ اعلم

(اختصار علوم الحدیث ص ۸۵ نوع:۲۲)

(12)

۱۲۔ عن عبد العزيز بن رفيع قال كان أبي بن كعب يصلي بالناس في رمضان بالمدينة عشرين ركعة و يوتر بثلث، (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/ ۳۹۳)	حضرت عبدالعزیز بن رفیعؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں مدینہ طیبہ میں لوگوں کو بیس رکعات پڑھاتے تھے اور وتر تین رکعات۔

جواب: اس روایت کے بارے میں نیموی صاحب لکھتے ہیں:" عبدالعزيز بن رفيع لم يدرك أبي بن كعب " عبدالعزیز بن رفیع نے اُبی بن کعب (رضی اللہ عنہ) کو نہیں پایا۔

(آثار السنن ح ۷۸۱ حاشیہ)

یعنی یہ روایت منقطع ہے، اصولِ حدیث کی کتاب میں لکھا ہوا ہے:" المنقطع ضعيف بالإتفاق بين العلماء " علماء کا اتفاق ہے کہ منقطع روایت ضعیف ہوتی ہے۔

(تیسیر مصطلح الحدیث ص ۷۸، المنقطع)

(13)

۱۳۔ عن یزید بن رومان انہ قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلث وعشرین رکعۃ۔

(موطا امام مالک ج۱ ص۱۱۵، سنن کبریٰ بیہقی ج۲ ص۴۹۶)

حضرت یزید بن رومان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں رمضان میں تئیس رکعات پڑھا کرتے تھے (۲۰ تراویح ۳ وتر)

جواب: اس روایت کے بارے میں عینی حنفی کہتے ہیں: ”باسناد منقطع “ یہ منقطع سند سے ہے۔ (عمدۃ القاری ۱۱؍۱۲۷ تحت ح ۲۰۱۰)

(14)

۱۴۔ قال محمد بن کعب القرظی کان الناس یصلون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان عشرین رکعۃ یطیلون فیہا القراءۃ ویوترون بثلث۔

(مختصر قیام اللیل ص۲۰۰)

حضرت محمد بن کعب قرظیؒ فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں رمضان المبارک میں بیس رکعتیں پڑھتے تھے جن میں خوب لمبی قراءت کرتے تھے اور وتر تین رکعات پڑھتے تھے۔

جواب: یہ روایت مختصر قیام اللیل (ص ۲۰۰) میں بے سند موجود ہے لہٰذا مردود ہے۔

(15)

۱۵۔ عن ابن ابی ذئب عن یزید بن خصیفۃ عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عہد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی شہر رمضان بعشرین رکعۃ قال وکانوا یقرؤن بالمئین وکانوا یتوکؤن علی عصیہم فی عہد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ من شدۃ القیام۔

(سنن کبریٰ بیہقی ج۲ ص۴۹۶)

حضرت ابن ابی ذئب بواسطہ حضرت یزید بن خصیفہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ لوگ (صحابہ کرام) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں رمضان مبارک میں بیس رکعتیں پڑھتے تھے۔ حضرت سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ تراویح میں مئین سورتیں پڑھتے تھے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں لوگ شدتِ قیام کی وجہ سے لاٹھیوں کا سہارا لیا کرتے تھے۔

جواب: یہ روایت علی بن الجعد کی مسند (ح ۲۸۲۵) میں بھی موجود ہے تاہم علی بن الجعد (ثقہ علی الراجح) پر بذاتِ خود جرح ہے، علی بن الجعد مذکور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر سخت تنقید کرتا تھا وہ کہتا تھا: ”مجھے یہ برا نہیں لگتا کہ اللہ تعالیٰ معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو عذاب دے“

(دیکھئے تہذیب التہذیب ۷؍۲۵۷)

صحیح بخاری میں اس کی چودہ احادیث ہیں جو کہ متابعات میں ہیں۔

(دیکھئے میرا رسالہ: امین اوکاڑوی کا تعاقب ص ۴۵)

تنبیہ: اس روایت میں قیام کرنے والوں کا تعارف نامعلوم ہے۔ یہ نامعلوم لوگ اگر اپنے گھروں میں نفل سمجھ کر بیس رکعات پڑھتے تھے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے اس کا کیا تعلق ہے؟

دیوبندیوں کا یہ دعویٰ ہے کہ ”تراویح بیس رکعت سنت مؤکدہ ہیں“

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند۴/۲۹۶ جواب سوال نمبر:۱۸۷۲)

یعنی دیوبندیوں کے نزدیک ''جماعت کے ساتھ صرف بیس رکعات تراویح ہی سنت موکدہ ہے، اس سے کم یا زیادہ جائز نہیں'' اس لئے رشید احمد گنگوہی صاحب فرماتے ہیں:

''اگر عددِ تراویح میں شک ہو جائے کہ اٹھارہ پڑھے ہیں یا بیس تو دو رکعت فرادی پڑھیں نہ بجماعت۔ بسبب اطلاق حدیث کے زیادہ ادا کرنا ممنوع نہیں خواہ کوئی عدد ہو مگر جماعت بیس سے زیادہ کی ثابت نہیں'' (الرای النجیح ص۱۲، ۱۳ بحوالہ انوار مصابیح ص۲۹)

درج بالا دیوبندی موقف کی رُو سے دیوبندیوں پر لازم ہے کہ وہ اپنی پیش کردہ روایت میں درج ذیل شرائط ثابت کریں:

① ان لوگوں کے نام بتائیں جو عہدِ فاروقی میں بیس پڑھتے تھے۔

② یہ ثابت کریں کہ یہ لوگ بیس رکعتیں سنت موکدہ سمجھ کر پڑھتے تھے۔

③ یہ ثابت کریں کہ وہ یہ رکعتیں مسجد نبوی میں باجماعت پڑھتے تھے۔

④ یہ ثابت کریں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اس کا علم تھا۔

⑤ یہ ثابت کریں کہ یہ لوگ بیس سے کم یا زیادہ کو حرام یا ناجائز سمجھتے تھے۔

⑥ یہ ثابت کریں کہ امام ابو حنیفہ نے اس اثر سے استدلال کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ صرف بیس رکعات تراویح باجماعت ہی سنت ہیں ان سے کم یا زیادہ جائز نہیں ہیں۔

اگر یہ ثابت نہ کر سکیں تو پھر دیوبندیوں کا ان آثارِ مجہولہ سے استدلال مردود ہے۔

16

۱۹۔ محمد بن جعفر قال حدثنی یزید بن خصیفہ عن السائب بن یزید قال کنا نقوم فی زمان عمر بن الخطاب بعشرین رکعۃ والوتر. (معرفۃ السنن والآثار ۲/ ...)	محمد بن جعفرؒ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حضرت یزید بن خصیفہ رحمہ اللہ نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعات تراویح اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

جواب: یہ روایت شاذ ہے۔ خالد بن مخلد (شیعہ صدوق) کی اس روایت کے مقابلے میں امام سعید بن منصور کی روایت ہے:

سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں گیارہ رکعات

پڑھتے تھے۔ (الحاوی للفتاوی ۱/۳۴۹ وحاشیہ آثار السنن ص ۲۵۰)

اس روایت کے بارے میں علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

''یہ روایت بہت صحیح سند کے ساتھ ہے''

(المصابیح فی صلوٰۃ التراویح ص ۱۵)

قال الامام احمد بن حنبل وقد جاء عن عمر انه كان يصلي في الجماعة (المغنی لابن قدامۃ ج ۲ ص ۱۶۸)	حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات معلوم ہوئی کہ آپ تراویح جماعت کے ساتھ پڑھتے تھے۔

جواب: یہ روایت دو طرح سے منقطع ہے:

۱: ابن قدامہ کی پیدائش سے صدیوں پہلے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فوت ہوگئے تھے۔

۲: امام احمد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بہت بعد پیدا ہوئے تھے۔

صحیح بخاری کی حدیث (ص ۱۳۶ ح ۸ نمبر ۵ ص ۴۷ پر گزر چکی ہے) سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جماعت کے ساتھ تراویح نہیں پڑھتے تھے بلکہ سحری کے وقت پڑھنے کو پسند کرتے تھے۔

روی اسد بن عمرو عن ابی یوسف قال سالت ابا حنیفة عن التراويح وما فعله عمر رضی الله عنه فقال التراويح سنة مؤكدة ولم يتخرجه عمر من تلقاء نفسه ولم يكن فيه مبتدعا ولم يأمر به الا عن اصل لديه و عهد من رسول الله صلى الله عليه وسلم (مراقی الفلاح مع حاشیة ص ۲۲۴)	حضرت اسد بن عمرؒ حضرت قاضی ابو یوسفؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے تراویح اور اس سلسلہ میں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا ہے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا تراویح سنت مؤکدہ ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۲۰ رکعات خود اپنی طرف سے مقرر و متعین نہیں کیں اور نہ وہ کسی بدعت کے ایجاد کرنے والے تھے آپ نے جو ۲۰ کا حکم دیا ہے اس کی آپ کے پاس ضرور کوئی اصل تھی اور ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم تھا۔

جواب: یہ روایت تین وجہ سے مردود ہے:

۱: صاحب مراقی الفلاح سے لے کر اسد بن عمرو تک سند نامعلوم ہے۔

۲: اسد بن عمرو بذاتِ خود مجروح ہے، جمہور محدثین نے اس پر جرح کی ہے۔ دیکھئے لسان المیزان (۱/۳۸۳-۳۸۵) امام بخاری نے اس کے بارے میں گواہی دی: ''ضعیف'' وہ ضعیف ہے۔ (کتاب الضعفاء بتحقیقی: ۳۴)

۳: قاضی ابو یوسف بھی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے، امام ابوحنیفہ نے ابو یوسف سے کہا: "إنكم تكتبون في كتابنا مالا نقوله" تم ہماری کتاب میں وہ باتیں لکھتے ہو جو ہم نہیں کہتے۔ (کتاب الجرح والتعدیل ۲۰۱/۹ وسندہ صحیح)

یعنی امام ابوحنیفہ اسے جھوٹا سمجھتے تھے، معلوم ہوا کہ اگر یہ روایت ابو یوسف تک ثابت ہو جائے تو پھر بھی مردود ہے کیونکہ ابو یوسف مذکور اپنی طرف سے باتیں لکھ کر امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کر دیتا تھا۔

تنبیہ: اس روایت میں تراویح کا کوئی عدد مذکور نہیں مگر انوار خورشید دیوبندی صاحب نے قاضی ابو یوسف کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے، اپنی طرف سے دو دفعہ بیس (۲۰) کا عدد ترجمے میں لکھ دیا ہے، معلوم ہوا کہ یہ لوگ کذب بیانیوں میں ایک دوسرے پر سبقت لینے کی کوشش میں ہیں۔ والله من ورائهم محيط

(17)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی تراویح ۲۰ رکعات ہی پڑھی جاتی تھیں

۱۷۔ عن ابی عبدالرحمن السلمی عن علی رضی الله عنه قال دعى القراء في رمضان فامر منهم رجلا يصلي بالناس عشرين ركعة قال وكان علي رضي الله عنه يوتر بهم۔

حضرت ابو عبدالرحمن سلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک میں قراء حضرات کو بلایا اور ان میں سے ایک کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو ۲۰ رکعات تراویح پڑھائے۔ حضرت ابو عبدالرحمن فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ انہیں وتر پڑھاتے تھے۔

جواب: اس روایت میں ایک راوی حماد بن شعیب ہے جسے جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے، امام بخاری فرماتے ہیں: "فيه نظر" یعنی یہ متروک متہم ہے۔ (التاریخ الکبیر ۲۵/۳)
نیموی حنفی نے لکھا: "قلت: حماد بن شعيب ضعيف" میں کہتا ہوں کہ حماد بن شعیب ضعیف ہے۔ (حاشیہ: ۲۹۱، آثار السنن ح ۷۸۵)

قال احمد (بن حنبل) كان جابر و علي و عبد الله يصلونها في جماعة۔ (المغنی لابن قدامۃ ج ۲ ص ۱۶۷)

حضرت امام احمد حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر، حضرت علی، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہم تراویح جماعت کے ساتھ ادا کرتے تھے۔

جواب: اس روایت کے راوی ابوالحسناء کے بارے میں نیموی صاحب لکھتے ہیں:

" قلت :مدار هٰذا الأثر علٰی أبی الحسناء وهو لا یعرف "

میں کہتا ہوں کہ اس اثر کا دارومدار ابوالحسناء پر ہے اور وہ غیر معروف (مجہول) ہے۔

(آثار السنن تحت ح ۷۸۵)

عصرِ حاضر میں بعض لوگوں نے شعبدہ بازی اور مداری پن کی مدد سے ابوالحسناء کو ثقہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے، جو کہ نیموی تحقیق کی رُو سے مردود ہے۔

قال احمد (بن حنبل) کان جابر و علی و عبد اللہ یصلونها فی جماعة، (المغنی لابن قدامة ج۲ ص۱۶۸)	حضرت امام احمد حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر حضرت علی حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہم تراویح جماعت کے ساتھ ادا کرتے تھے۔

جواب: یہ حوالہ دو وجہ سے مردود ہے:

۱: امام احمد تک سند غائب ہے۔

۲: سیدنا جابر، سیدنا علی اور سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہم کی وفات کے بہت عرصہ بعد امام احمد پیدا ہوئے تھے۔

تنبیہ: اس قول کا تعلق بیس رکعات تراویح سے نہیں ہے۔

(19)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تراویح ۲۰ رکعات پڑھتے تھے ۱۹۔ عن زید بن وهب قال کان عبد اللہ بن مسعود یصلی بنا فی شهر رمضان فینصرف و علیه لیل قال الاعمش کان یصلی عشرین رکعة ویوتر بثلاث، (مختصر قیام اللیل للمروزی ص۱۵۷)	حضرت زید بن وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہم کو رمضان میں نماز پڑھاتے تھے۔ جب فارغ ہو کر واپس ہوتے تو ابھی رات رہتی تھی، امام اعمش رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ (حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے اور تین رکعت وتر۔

جواب: یہ روایت کئی وجہ سے مردود ہے:

۱: مختصر قیام اللیل للمروزی (ص ۲۰۰) میں یہ روایت بے سند ہے۔

۲: عمدۃ القاری للعینی (۱۱/ ۱۲۷) میں یہ روایت حفص بن غیاث عن الاعمش کی سند سے مروی ہے۔ حفص بن غیاث مدلس ہے۔ (طبقات ابن سعد ۶/ ۳۹۰)

۳: اعمش مدلس ہے۔ (تلخیص الحبیر ۳/ ۴۸ ح ۱۱۸۱، صحیح ابن حبان، الاحسان ۱/ ۹۰ قبل ح او جزء

مسألۃ التسمیۃ لمحمد بن طاہر المقدسی ص ۴۷ عن شعبۃ وسندہ صحیح)

۴: سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات کے ایک عرصہ بعد ۶۱ھ میں اعمش پیدا ہوئے تھے، لہٰذا یہ سند منقطع (مردود) ہے۔

تراویح کے بیس رکعات ہونے پر صحابہ کرام کا اجماع

قال المحدث الفقیہ محمد بن قدامۃ الحنبلی المتوفی ۵۹۵ھ
"روی مالک عن ابن رومان قال کان الناس یقومون فی زمن عمر فی رمضان بثلث و عشرین رکعۃ وعن علی انہ امر رجلا یصلی بھم فی رمضان عشرین رکعۃ وھذا کالاجماع" (المغنی لابن قدامۃ ج ۲ ص [illegible])

حضرت محمد بن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ (متوفی ۵۹۵ھ) فرماتے ہیں امام مالک رحمہ اللہ نے یزید بن رومانؒ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں رمضان المبارک میں لوگ تئیس رکعات پڑھا کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان المبارک میں بیس رکعات پڑھائے اور یہ اجماع کی مانند ہے۔

جواب: ابن قدامہ کے دعویٰ کی بنیاد دو روایتیں ہیں:

۱: یزید بن رومان کی روایت جسے عینی حنفی نے منقطع قرار دیا ہے۔ دیکھئے جواب، روایت نمبر ۱۳

۲: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت جو بلحاظِ سند ضعیف ہے، دیکھئے روایت نمبر ۱۷

ان دو ضعیف روایتوں کی وجہ سے ابن قدامہ نے "کالإجماع" "اجماع کی مانند لکھ دیا ہے جس پر انوار خورشید صاحب کالی لکیر لگا کر خوشی کا اظہار فرما رہے ہیں، ابن قدامہ نے جرابوں پر مسح کے بارے میں صاف صاف لکھا ہے کہ "فکان إجماعا" یعنی جرابوں پر مسح کے جائز ہونے پر صحابۂ کرام کا اجماع ہے۔ (مغنی ابن قدامہ ۱/۱۸۱ مسئلہ نمبر: ۴۲۶)

دیو بندی و بریلوی، دونوں حضرات اس اجماع کے منکر و مخالف ہیں۔

قال العلامۃ القسطلانی الشافعی المتوفی ۹۲۳ھ
"وقد عدوا ما وقع فی زمن عمر رضی اللہ عنہ کالاجماع" (ارشاد الساری لشرح البخاری ج ۴ ص [illegible])

حضرت علامہ قسطلانی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۹۲۳ھ) فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جو ہوا اس کو فقہا نے اجماع کی طرح شمار کیا ہے۔

قال العلامۃ علی بن سلطان القاری الحنفی المتوفی ۱۰۱۴ھ
"اجمع الصحابۃ علی ان التراویح عشرون رکعۃ" (مرقاۃ المفاتیح ج ۳ ص [illegible])

حضرت ملا علی قاری حنفیؒ (متوفی ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ تراویح بیس رکعتیں ہیں۔

"فصار اجماعا لما روی البیہقی باسناد صحیح انہم کانوا یقیمون علی عہد عمر بعشرین رکعۃ وعلی عہد عثمان وعلی رضی اللہ عنہم" (شرح النقایۃ ج [illegible] ص [illegible])

پس تراویح کے بیس رکعات ہونے پر اجماع ہو گیا کیونکہ امام بیہقیؒ نے صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرامؓ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بیس رکعتیں پڑھتے تھے ایسے ہی حضرت عثمان وعلی رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں بھی۔

قال العلامۃ سید محمد مرتضی الزبیدی المتوفی ۱۲۰۵ھ
"وبالاجماع الذی وقع فی زمن عمر اخذ ابو حنیفۃ والنووی والشافعی واحمد والجمہور واختارہ ابن عبد البر" (اتحاف السادۃ المتقین ج ۳ ص [illegible])

حضرت علامہ سید محمد مرتضی زبیدی (متوفی ۱۲۰۵ھ) فرماتے ہیں کہ اس اجماع کی بناء پر جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ہوا حضرت امام ابو حنیفہؒ، امام نوویؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور جمہور علماء نے یہ مسلک اپنایا ہے کہ تراویح بیس رکعات ہیں، اسی کو علامہ ابن عبد البرؒ نے اختیار کیا ہے۔

جواب: اجماع کا یہ دعویٰ کئی لحاظ سے مردود ہے:

۱: اس دعوے کی بنیاد ضعیف و مردود روایات ہیں جیسا کہ ابن قدامہ کے قول کی تشریح میں گزر چکا ہے۔

۲: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے گیارہ رکعات باسند صحیح ثابت ہیں۔ دیکھئے آثار السنن ح ۷۷۶ وقال: ''وإسناده صحيح''

یہ کیسا اجماع ہے جس سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خارج کر دیئے گئے ہیں؟

۳: متعدد علماء نے بتایا ہے کہ تراویح کے (مسنون) عدد میں بہت اختلاف ہے، عینی حنفی نے کہا: '' وقد إختلف العلماء فى العدد المستحب في قيام رمضان على أقوال كثيرة '' تراویح کے مستحب عدد پر علماء کا اختلاف ہے اور ان کے بہت سے اقوال ہیں۔

(عمدۃ القاری ۱۱/۱۲۶)

علامہ سیوطی نے گواہی دی کہ '' إن العلماء اختلفوا في عددها '' بے شک علماء کا تراویح کی تعداد میں اختلاف ہے (الحاوی للفتاوی وضیاء المصابیح لمسعود احمد خان دیوبندی ص ۲۳)

جب علماء کا اتنا شدید اختلاف ہے تو اجماع کا دعویٰ کہاں سے آ گیا؟

ابن عبدالبر نے اگرچہ بیس رکعات کا عدد اختیار کیا ہے (الاستذکار ۵/۱۵۷ ح ۲۲۲) لیکن اس پر کسی اجماع کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ اسے جمہور علماء کا قول قرار دیا ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ ان بیس رکعات پر سنت مؤکدہ کا کوئی دعویٰ نہیں کرتے، تیسرے یہ کہ دوسرے علماء نے ابن عبدالبر کی مخالفت کر رکھی ہے۔

۱: ابوبکر بن العربی المالکی (متوفی ۵۴۳ھ) نے کہا: '' والصحيح أن يصلى إحدى عشر ركعة صلوٰة النبي عليه السلام فأما غير ذلك من الأعداد فلا أصل له ...... '' اور صحیح یہ ہے کہ گیارہ رکعات (۱۱) پڑھی جائیں، یہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ہے، اس کے علاوہ دوسرے جتنے اعداد ہیں ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(عارضۃ الاحوذی ۴/۱۹ تحت ح ۸۰۶)

امام ابو العباس احمد بن ابراہیم القرطبی (متوفی ۶۵۶ ھ) نے تراویح کی تعداد پر اختلاف ذکر کر کے لکھا ہے:

" وقال كثير من أهل العلم :إحدىٰ عشرة ركعة ، أخذاً بحديث عائشة المتقدم "

اور اکثر علماء نے کہا ہے کہ گیارہ رکعات پڑھنی چاہئیں، انھوں نے اس (مسئلہ) میں عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی حدیثِ سابق سے استدلال کیا ہے۔

(المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم ۳۹۰/۲)

اس بیان سے دو باتیں ثابت ہوئیں:

① امام قرطبی گیارہ رکعات کے قائل تھے۔

② جمہور علماء گیارہ کے قائل ہیں لہٰذا امام ابن عبدالبر کا بیس کو جمہور کا قول قرار دینا غلط ہے۔

بیس تراویح پر اجماع کا دعویٰ باطل ہے:

اب آپ کی خدمت میں بعض حوالے پیشِ خدمت ہیں، جن میں سے ہر حوالہ کی روشنی میں اجماع کا دعویٰ باطل ہے:

۱: امام مالک (متوفی ۱۷۹ھ) فرماتے ہیں:

" الذي آخذ به لنفسي في قيام رمضان هو الذي جمع به عمر بن الخطاب الناس إحدىٰ عشرة ركعة وهي صلاة رسول الله ﷺ ولا أدري من أحدث هذا الركوع الكثير ، ذكره ابن مغيث "

میں اپنے لئے قیامِ رمضان (تراویح) گیارہ رکعتیں اختیار کرتا ہوں، اسی پر عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے لوگوں کو جمع کیا تھا اور یہی رسول اللہ ﷺ کی نماز ہے، مجھے پتا نہیں کہ لوگوں نے یہ بہت سی رکعتیں کہاں سے نکال لی ہیں؟ اسے ابن مغیث مالکی نے ذکر کیا ہے۔

(کتاب التہجد ص ۶۷ الفقرہ: ۸۹۰، دوسرا نسخہ ص ۲۸۷ تصنیف عبدالحق اشبیلی متوفی ۵۸۱ھ)

تنبیہ: ۱ امام مالک سے ابن القاسم کا نقلِ قول: مردود ہے (دیکھئے کتاب الضعفاء لابی زرعۃ الرازی ص ۵۳۴)

تنبیہ: ۲ یونس بن عبداللہ بن محمد بن مغیث المالکی کی کتاب ''المتہجدین'' کا ذکر سیر اعلام النبلاء (۱۷/ ۵۷۰) میں بھی ہے۔

عینی حنفی فرماتے ہیں: " وقيل إحدىٰ عشرة ركعة وهو إختيار مالك لنفسه واختاره أبو بكر العربي " اور کہا جاتا ہے کہ تراویح گیارہ رکعتیں ہیں، اسے امام مالک اور ابوبکر العربی نے اپنے لئے اختیار کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ۱۱/ ۱۲۶ ح ۲۰۱۰)

۲: امام ابوحنیفہ سے بیس رکعات تراویح باسند صحیح ثابت نہیں ہیں، اس کے برعکس حنفیوں کے ممدوح محمد بن الحسن الشیبانی کی الموطأ سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ گیارہ رکعات کے قائل تھے۔

۳: امام شافعی نے بیس رکعات تراویح کو پسند کرنے کے بعد فرمایا کہ " وليس في شيء من هذا ضيق ولا حد ينتهي إليه لأنه نافلة فإن أطالوا القيام وأقلوا السجود فحسن وهو أحب إلي وإن أكثروا الركوع و السجود فحسن "
اس چیز (تراویح) میں ذرہ برابر تنگی نہیں ہے اور نہ کوئی حد ہے، کیونکہ یہ نفل نماز ہے، اگر رکعتیں کم اور قیام لمبا ہو تو بہتر ہے اور مجھے زیادہ پسند ہے اور اگر رکعتیں زیادہ ہوں تو بھی بہتر ہے۔ (مختصر قیام اللیل للمروزی ص ۲۰۲، ۲۰۳)

معلوم ہوا کہ امام شافعی نے بیس کو زیادہ پسند کرنے سے رجوع کر لیا تھا اور وہ آٹھ اور بیس دونوں کو پسند کرتے اور آٹھ کو زیادہ بہتر سمجھتے تھے۔ واللہ اعلم

۴: امام احمد سے اسحاق بن منصور نے پوچھا کہ رمضان میں کتنی رکعتیں پڑھنی چاہئیں؟ تو انھوں نے فرمایا: " قد قيل فيه ألوان نحواً من أربعين ، إنما هو تطوع "
اس پر چالیس تک رکعتیں روایت کی گئی ہیں، یہ صرف نفلی نماز ہے۔ [مختصر قیام اللیل ص ۲۰۲]

راوی کہتے ہیں کہ " ولم یقض فیہ بشيء "امام احمد نے اس میں کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ (کہ کتنی رکعتیں پڑھنی چاہئیں؟) (سنن الترمذی:۸۰۶)

معلوم ہوا کہ ائمۂ اربعہ میں سے کسی ایک امام سے بھی یہ ثابت نہیں ہے کہ بیس رکعات تراویح سنتِ مؤکدہ ہیں اور ان سے کم یا زیادہ جائز نہیں ہیں۔

۵: امام قرطبی (متوفی ۶۵۶ھ) نے فرمایا: " ثم اختلف في المختار من عدد القیام فعند مالك :أن المختار من ذلك ست و ثلا ثون ...... وقال کثیر من أهل العلم :إحدیٰ عشرة رکعة أخذاً بحدیث عائشة المتقدم "

تراویح کی تعداد میں علماء کا اختلاف ہے، امام مالک نے (ایک روایت میں) چھتیس رکعتیں اختیار کی ہیں......اور کثیر علماء یہ کہتے ہیں کہ گیارہ رکعتیں ہیں، انھوں نے سیدہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی سابق حدیث سے استدلال کیا ہے۔

(المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم ۳۸۹/۲، ۳۹۰)

تنبیہ: حدیث عائشہ المفہم للقرطبی میں (۳۷۴/۲)" ما کان یزید في رمضان ولا في غیر علیٰ إحدیٰ عشرة رکعة " کے الفاظ سے موجود ہے۔ امام قرطبی کے اس قول سے معلوم ہوا کہ جمہور علماء گیارہ رکعات کے قائل وفاعل ہیں۔

۶: قاضی ابوبکر ابن العربی المالکی (متوفی ۵۴۳ھ) نے کہا: " والصحیح أن یصلی أحد عشر رکعة صلوٰة النبي ﷺ وقیامه فأما غیر ذلك من الأعداد ، فلا أصل له ولا حد فیه " اور صحیح یہ ہے کہ گیارہ رکعات پڑھنی چاہئیں، یہی نبی ﷺ کی نماز اور یہی قیام (تراویح) ہے۔ اس کے علاوہ جتنی رکعتیں مروی ہیں ان کی (سنت میں) کوئی اصل نہیں ہے۔ (اور نفلی نماز ہونے کی وجہ سے) اس کی کوئی حد نہیں ہے۔

(عارضۃ الاحوذی ۱۹/۴ ح۸۰۶)

۷: عینی حنفی (متوفی ۸۵۵ھ) نے کہا: " وقد اختلف العلماء في العدد المستحب في قیام رمضان علیٰ أقوال کثیرة ، وقیل إحدیٰ عشرة رکعة "

تراویح کی مستحب تعداد کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ وہ بہت اقوال رکھتے ہیں......

اور کہا جاتا ہے کہ تراویح گیارہ رکعتیں ہیں۔ (عمدۃ القاری ۱۱/۱۲۶، ۱۲۷)

۸: علامہ سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) نے کہا: " أن العلماء اختلفوا في عددها "

بے شک تراویح کی تعداد میں علماء کا اختلاف ہے۔ (الحاوی للفتاوی ۱/۳۴۸)

۹: ابن ہمام حنفی (متوفی ۶۸۱ھ) نے کہا: " فتحصل من هذا كله أن قيام رمضان سنة إحدىٰ عشرة ركعة بالوتر في جماعة فعله ﷺ " اس ساری بحث سے یہ نتیجہ حاصل ہوا کہ وتر کے ساتھ تراویح گیارہ رکعتیں ہیں، اسے نبی ﷺ نے جماعت کے ساتھ پڑھا ہے۔ (فتح القدیر شرح الہدایۃ ۱/۴۰۷)

۱۰: امام ترمذی فرماتے ہیں: " واختلف أهل العلم في قيام رمضان "

اور علماء کا قیام رمضان (کی تعداد) میں اختلاف ہے۔ (سنن الترمذی: ۸۰۶)

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ دیوبندیوں و بریلویوں کا یہ دعویٰ کہ "بیس رکعات ہی سنت مؤکدہ ہیں۔ ان سے کم یا زیادہ جائز نہیں ہے" غلط اور باطل ہے۔

یہ تمام حوالے "انگریزوں کے دور سے پہلے" کے ہیں، لہٰذا ثابت ہوا کہ بیس رکعات پر اجماع کا دعویٰ باطل ہے، جب اتنا بڑا اختلاف ہے تو اجماع کہاں سے آ گیا؟

(20)

حضرت سوید بن غفلہؒ متوفی ۸۲ھ تراویح ۲۰ رکعات پڑھاتے تھے	
۲۰۔ انبانا ابو الخصیب قال کان یؤمنا سوید بن غفلة فی رمضان فیصلی خمس ترویحات عشرین رکعة۔ (سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ صفحہ ۴۹۶)	حضرت ابو الخصیبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سوید بن غفلہ رحمہ اللہ (حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے صحبت یافتہ) رمضان المبارک میں ہماری امامت کرتے تھے پس وہ پانچ ترویحے بیس رکعات (تراویح) پڑھاتے تھے۔

جواب: سوید بن غفلہ (تابعی) رحمۃ اللہ علیہ کے اس اثر میں یہ صراحت نہیں ہے کہ وہ بیس رکعات سنت مؤکدہ سمجھ کر پڑھتے تھے اور اس سے کم و زیادہ کے قائل و فاعل نہیں تھے لہٰذا یہ اثر دیوبندی دعویٰ پر دلیل نہیں ہے۔

تنبیہ بلیغ:

سوید بن غفلہ رحمہ اللہ نماز ظہر اول وقت ادا کرتے تھے اور اس پر مرنے مارنے کے

لئے بھی تیار ہو جاتے تھے۔ (دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۲۳ ح ۳۲۷۱ وسندہ حسن)

جبکہ دیوبندی و بریلوی حضرات، عام طور پر ظہر کی نماز بہت لیٹ پڑھتے ہیں، گرمیوں میں ڈھائی بجے سے پہلے نماز ظہر کا ان کے ہاں سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، بلکہ نمازِ جمعہ کو بھی وہ کھینچ تان کر عصر تک پہنچا دیتے ہیں۔

(21)

حضرت ابوالبختریؒ متوفی ۸۳ھ تراویح ۲۰ رکعات پڑھتے تھے

۲۱۔ عن ابی البختری انہ کان یصلی خمس ترویحات فی رمضان و یوتر بثلاث (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/ ۳۹۳)

حضرت ابوالبختری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ رمضان المبارک میں پانچ ترویحے (بیس رکعات) اور تین وتر پڑھتے تھے۔

جواب: اس روایت پر دو بحثیں ہیں:

۱: ربیع اور خلف کا تعین معلوم نہیں ہے، لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔

۲: اس روایت میں یہ صراحت نہیں ہے کہ ابوالبختری سعید بن فیروز الطائی یہ بیس رکعتیں سنتِ مؤکدہ سمجھ کر پڑھنے کے قائل و فاعل تھے، لہٰذا دلیل اور دعویٰ میں کوئی مطابقت نہیں ہے۔

(22)

حضرت علی بن ربیعہؒ تراویح ۲۰ رکعات پڑھاتے تھے

۲۲۔ عن سعید بن ابی عبید ان علی بن ربیعۃ کان یصلی بھم فی رمضان خمس ترویحات و یوتر بثلاث (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/ ۳۹۳)

حضرت سعید بن ابی عبیدؒ سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ربیعہ رحمہ اللہ (حضرت علی اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما کے شاگرد) رمضان المبارک میں لوگوں کو پانچ ترویحے (۲۰ رکعات) اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

جواب: دعویٰ اور دلیل میں مطابقت نہیں ہے۔ دیکھئے ح ۲۱

(23)

حضرت شتیر بن شکلؒ ــــ تراویح ۲۰ رکعات پڑھتے تھے

۲۳۔ عن شتیر بن شکل انہ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/ ۳۹۳)

حضرت شتیر بن شکل رحمہ اللہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد) سے مروی ہے کہ وہ رمضان میں بیس رکعات تراویح اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

جواب: یہ روایت دو وجہ سے ضعیف ہے:

۱: سفیان ثوری مدلس ہیں اور روایت معنعن ہے۔

۲: ابواسحاق السبیعی مدلس ہیں اور روایت معنعن ہے۔

تنبیہ: یہ ضعیف روایت بھی دیوبندیوں کے دعویٰ "سنت مؤکدہ" سے کوئی مطابقت نہیں رکھتی۔

مصنف ابن ابی شیبہ (۲/ ۳۹۳، ۳۹۴ ح ۷۶۹۰) میں روایت ہے کہ سعید بن جبیر چوبیس (۲۴) اور اٹھائیس (۲۸) رکعات پڑھتے تھے۔

اس روایت میں وقاء بن ایاس مختلف فیہ راوی ہے جو کہ ظفر احمد تھانوی دیوبندی

صاحب کے اصول کی رو سے حسن الحدیث ہے۔ داود بن قیس فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو مدینہ میں چھتیس (۳۶) رکعات پڑھتے ہوئے پایا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۳۹۳/۲ ح ۷۶۸۸ وسندہ صحیح)

امام اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں کہ "نختار أربعين ركعة"
ہم چالیس رکعتوں کو اختیار کرتے ہیں۔ (مختصر قیام اللیل للمروزی ص ۲۰۲، نیز دیکھئے سنن الترمذی: ۸۰۶)
کیا یہ علماء یہ رکعتیں سنتِ مؤکدہ سمجھ کر پڑھتے تھے؟ اگر یہ سنتِ مؤکدہ نہیں ہیں تو بیس کہاں سے سنتِ مؤکدہ ہوگئیں؟

24

حضرت حارث اعورؒ ـــ بھی تراویح ۲۰ رکعات پڑھاتے تھے	
۲۴- عن أبي إسحٰق عن الحارث أنه كان يؤم الناس في رمضان بالليل بعشرين ركعة و يوتر بثلث و يقنت قبل الركوع (مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ ص۱۶۳)	حضرت ابو اسحٰقؒ سے مروی ہے کہ حضرت حارث اعور رحمہ اللہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد) رمضان المبارک میں رات کو لوگوں کو ۲۰ رکعات تراویح اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے اور دعاء قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

جواب: یہ اثر کئی لحاظ سے مردود ہے:

① ابو اسحاق السبیعی مدلس ہے اور روایت معنعن ہے۔

② حجاج بن ارطاۃ ضعیف مدلس ہے اور روایت معنعن (عن سے) ہے۔

③ ابو معاویہ الضریر مدلس ہے اور روایت معنعن ہے۔

④ حارث الاعور کذاب و مجروح ہے، امام شعبی (تابعی) فرماتے ہیں:

" حدثني الحارث (وأنا أشهد) أنه أحد الكذابين "

مجھے حارث نے حدیث بیان کی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ کذابین میں سے ایک ہے۔

(الجرح والتعدیل ۷۸/۳ وسندہ صحیح)

ابوخیثمہ نے فرمایا: حارث الاعور کذاب ہے۔ (ایضاً ص ۷۹ وسندہ صحیح)

⑤ حارث الاعور کذاب سے یہ صراحت ثابت نہیں کہ وہ بیس رکعتیں سنتِ مؤکدہ سمجھ کر پڑھتا تھا، اصل اختلاف صرف اس میں ہے کہ دیوبندی و بریلوی حضرات کا دعویٰ ہے کہ صرف اور صرف بیس رکعات تراویح ہی سنتِ مؤکدہ ہے اور اس سے زیادہ یا کم کی جماعت

جائز نہیں۔ اُن کے اس دعوے پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ والحمدللہ

(25)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہؓ متوفی ۹۱ حضرت سعید بن ابی الحسنؒ متوفی اور حضرت عمران عبدیؒ متوفی ۲۰ رکعات تراویح پڑھاتے تھے

۲۵- عن یونس ادرکت مسجد الجامع قبل فتنة ابن الاشعث یصلی بھم عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ وسعید بن ابی الحسن و عمران العبدی کانوا یصلون خمس ترا ویح فاذا دخل العشر زادوا واحدة و یقنتون فی النصف الآخر و یختمون القرآن مرتین (مختصر قیام اللیل للمروزی صفحہ)

حضرت یونسؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن الاشعث کے فتنہ (۸۲ھ) سے پہلے جامع مسجد بصرہ میں دیکھا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ حضرت سعید بن ابی الحسن اور حضرت عمران عبدی رحمہم اللہ لوگوں کو پانچ ترویحے (۲۰ رکعات) پڑھاتے تھے اور جب آخری عشرہ آتا تو ایک ترویحے کا اضافہ کر دیتے تھے اور وہ رمضان کے دوسرے نصف میں قنوت پڑھتے تھے اور دو مرتبہ قرآن ختم کرتے تھے۔

جواب: مختصر قیام اللیل للمروزی (ص ۲۰۲) میں یہ حوالہ بے سند ہے لہٰذا مردود ہے، اگر دیوبندیوں کو کہیں سے اس کی کوئی سند مل گئی ہے تو پیش کریں، دوسرے یہ کہ ۲۴+۳=۲۷ ستائیس رکعات کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا یہ بھی سنتِ مؤکدہ ہیں؟

(26)

حضرت ابراہیم نخعیؒ متوفی ۹۶ھ کا فرمان

۲۶- عن ابراھیم ان الناس کانوا یصلون خمس ترویحات فی رمضان (کتاب الآثار لامام ابی حنیفہ بروایت ابی یوسف صفحہ)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ لوگ (صحابہ و تابعین) رمضان المبارک میں پانچ ترویحے (۲۰ رکعات) پڑھتے تھے۔

جواب: یہ روایت کئی وجہ سے مردود ہے:

① یوسف بن ابی یوسف القاضی کی توثیق نامعلوم ہے۔

② قاضی ابو یوسف پر امام ابو حنیفہ نے شدید جرح کر کے کذاب قرار دے رکھا ہے۔ دیکھئے ص ۸۰

③ حماد بن ابی سلیمان مختلط ہے، حافظ ہیثمی لکھتے ہیں:

" ولا یقبل من حدیث حماد إلا ماروا ه عنه القدماء :شعبة وسفیان و الدستوائي من عدا ھؤ لاء رووا عنه بعد الإختلاط "

حماد کی صرف وہی روایت مقبول ہے جو اس کے قدیم شاگردوں: شعبہ، سفیان (ثوری) اور (ہشام) الدستوائی نے بیان کی ہے۔ ان (تین) کے علاوہ سب لوگوں نے اس کے اختلاط کے بعد (ہی) سنا ہے۔ (مجمع الزوائد ۱/۱۱۹، ۱۲۰)

یعنی امام ابوحنیفہ کی روایت حماد سے ان کے اختلاط کے بعد ہے۔

④ حماد بن ابی سلیمان مدلس ہے۔ (طبقات المدلسین ۲/۴۵) اور روایت معنعن ہے۔

⑤ کتاب الآثار بذات خود یوسف بن ابی یوسف سے ثابت ہی نہیں ہے۔

⑥ اس میں بیس کے سنتِ مؤکدہ ہونے کی صراحت نہیں ہے، لہٰذا دلیل اور دعویٰ میں موافقت نہیں ہے۔

(27)

حضرت عطاء بن ابی رباح ؒ متوفی ۱۱۴ھ کا فرمان	
۲۷۔ عن عطاء قال ادرکت الناس وهم یصلون ثلاثة وعشرین رکعة بالوتر (مصنف ابن ابی شیبة ۲/۳۹۳)	حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا ہے کہ لوگ (صحابہ و تابعین) وتر ملا کر کل تئیس رکعات پڑھتے تھے

جواب: اس اثر کے بارے میں چند باتیں محلِ نظر ہیں:

① اس میں دعویٰ اور دلیل کے درمیان موافقت نہیں ہے کیونکہ اس اثر میں سنتِ مؤکدہ ہونے کی صراحت نہیں ہے۔

② الناس کی صراحت نہیں ہے کہ ان سے کون لوگ مراد ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں " ترکھن الناس " لوگوں نے چھوڑ دی ہیں۔ جن میں تیسری چیز یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہہ کر سجدہ کرتے اور تکبیر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھاتے تھے۔

(سنن النسائی ۲/۱۲۴ ح ۸۸۴ وسندہ صحیح)

کیا " الناس " سے یہاں صحابہ و تابعین مراد لئے جائیں گے اور تکبیر کے بغیر ہی سجدہ کیا جائے گا اور اسے سنت مؤکدہ سمجھا جائے گا؟

③ عطاء بن ابی رباح نماز میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

(جزء رفع الیدین للبخاری ح ۶۲ وسندہ حسن، نیز دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۷۳ وسندہ صحیح)

عطاء آمین بالجہر کے قائل تھے۔ (مصنف عبدالرزاق ۲/۹۶ ح ۲۶۴۳ وسندہ صحیح)

عطاء جرابوں پر مسح کے قائل تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۱۸۹ ح ۱۹۹۱)

اس طرح کے اور بھی بہت سے مسئلے ہیں، دیوبندی و بریلوی حضرات ان مسئلوں میں امام عطاء کے مخالف ہیں، صرف تراویح میں انھیں امام عطاء یاد آ جاتے ہیں۔

ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی، آمین بالجہر کے مسئلہ میں لکھتے ہیں کہ "میں نے کہا: سرے سے یہ ہی ثابت نہیں کہ عطاء کی ملاقات دوسو صحابہ سے ہوئی ہو"

15402

(مجموعہ رسائل ۱/۱۵۶ طبع اکتوبر ۱۹۹۱ء)

اور دوسری جگہ اپنے مطلب کے ایک اثر پر اوکاڑوی صاحب کا قلم لکھتا ہے کہ ''حضرت عطاء بن ابی رباح یہاں کے مفتی ہیں، دو سو صحابہ کرام سے ملاقات کا شرف حاصل ہے''

(ایضاً ص ۲۶۵)

دیوبندیوں کا کام اسی قسم کی تضاد بیانیوں اور مغالطات سے ہی چلتا ہے۔

(28)

حضرت ابن ابی ملیکہؒ متوفی ۱۱۷ھ تراویح ۲۰ رکعات پڑھایا کرتے تھے

۲۸۔ عن نافع مولی ابن عمر قال کان ابن ابی ملیکة یصلی بنا فی رمضان عشرین رکعة

(مصنف ابن ابی شیبة ج ۲ ص ۳۹۳)

حضرت نافعؒ مولی ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ رمضان المبارک میں ہمیں ۲۰ رکعات پڑھایا کرتے تھے۔

جواب : یہ اثر بھی دیوبندی دعوے ''بیس رکعت تراویح سنت مؤکدہ ہے'' سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا، کیونکہ اس میں یہ نہیں لکھا ہوا کہ ابن ابی ملیکہ بیس رکعات سنتِ مؤکدہ سمجھ کر پڑھتے تھے۔

حضرت سفیان ثوریؒ متوفی ۱۶۱ھ اور حضرت عبداللہ بن مبارک متوفی ۱۸۱ھ ۲۰ رکعات تراویح کے قائل تھے

قال الامام الترمذی و اکثر اهل العلم علی ماروی عن علی و عمر و غیرهما من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم عشرین رکعة وهو قول سفیان الثوری و ابن المبارک الخ

(ترمذی ج ۱ ص ۱۶۶)

حضرت امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اکثر اہل علم ۲۰ رکعات کے قائل ہیں جیسا کہ حضرت علی حضرت عمر اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے، یہی حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا قول ہے۔

جواب : یہ اقوال بھی دعویٰ کے مطابق نہیں ہیں۔ دیوبندیوں پر لازم ہے کہ وہ یہ ثابت کریں کہ سفیان ثوری اور ابن المبارک رحمہما اللہ بیس رکعات کو سنتِ مؤکدہ سمجھتے تھے اور کمی بیشی کے قائل نہیں تھے، اور اگر ثابت نہ کر سکیں تو اپنے دعوے سے غیر متعلق دلائل پیش نہ کریں۔

دوسرے یہ کہ انوار خورشید صاحب نے امام ترمذی کا بیان یہاں کاٹ چھانٹ کر

اپنے مطلب والا لکھ دیا ہے اور باقی کو چھپا لیا ہے، ترمذی کے اس بیان میں درج ذیل باتیں بھی لکھی ہوئی ہیں:

① علماء کا قیام رمضان (کی تعداد) میں اختلاف ہے۔

② اہلِ مدینہ اکتالیس (۴۱) رکعات کے قائل ہیں، امام اسحاق بن راہویہ کا یہی مذہب ومسلک ہے۔

③ امام احمد نے فرمایا: " روى في هذا ألوان ، ولم يقض فيه بشيء "

اس مسئلے میں بہت سے رنگ (مختلف روایتیں) مروی ہیں، امام احمد نے اس مسئلے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا کہ (بیس پڑھنی چاہئیں یا اکتالیس یا......) دیکھئے سنن الترمذی:۸۰۶

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ "وبه يقول سفيان الثوري وابن المبارك والشافعي وأحمد و إسحاق قالوا : يمسح على الجوربين وإن لم يكن نعلين ، إذا كانا ثخنين " سفیان ثوری، ابن المبارک، شافعی، احمد (بن حنبل) اور اسحاق (بن راہویہ) اس کے قائل ہیں کہ اگر جرابیں موٹی ہوں تو ان پر مسح جائز ہے اگرچہ وہ منعلین بھی نہ ہوں۔ (الترمذی: ۹۹)

دیوبندی و بریلوی حضرات ان اقوال کے سراسر خلاف یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جرابوں پر مسح جائز نہیں ہے۔

<u>حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مسلک</u>

قال الامام فخر الدين حسن بن منصور اوزجندی مقدار التراويح عند اصحابنا والشافعي ما روى الحسن عن ابي حنيفة قال القيام في شهر رمضان سنة لا ينبغي تركها يصلي لاهل كل مسجد في مسجدهم كل ليلة سوى الوتر عشرين ركعة خمس ترويحات بعشر تسليمات يسلم في كل ركعتين (فتاوى قاضي خان ج ۱ ص ۱۱۲)

حضرت امام فخر الدین حسن بن منصور اوزجندیؒ (المعروف قاضی خان متوفی ۵۹۲ھ) فرماتے ہیں کہ تراویح کی مقدار ہمارے اصحاب اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک وہی ہے جو امام حسن بن زیاد رحمہ اللہ نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے نقل کی ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک میں قیام کرنا (تراویح پڑھنا) سنت (مؤکدہ) ہے اس کا ترک مناسب نہیں، ہر مسجد والوں کے لیے ان کی مسجد میں ہر رات وتر کے علاوہ بیس رکعتیں پڑھائی جائیں، پانچ ترویحے دس سلاموں کے ساتھ ہر دو رکعت پر سلام پھیرے۔

جواب: یہ حوالہ بے سند ہے، قاضی خان کی پیدائش سے صدیوں پہلے امام ابوحنیفہ فوت

ہو گئے تھے۔

حضرت امام مالکؒ کا مسلک

قال ابن رشد المالکیؒ واختلفوا فی المختار من عدد الرکعات التی یقوم بها الناس فی رمضان فاختار مالک فی احد قولیه و ابو حنیفة والشافعی و احمد و داود القیام بعشرین رکعة سوی الوتر و ذکر ابن القاسم عن مالک انه کان یستحسن ستا و ثلثین رکعة و الوتر ثلاث۔ (بدایة المجتهد ص...)

حضرت قاضی ابن رشد مالکیؒ (متوفی ۵۹۵ھ) فرماتے ہیں کہ فقہائے کرام نے ان رکعات کی تعداد کے اختیار کرنے میں جو کہ لوگ رمضان المبارک میں پڑھتے ہیں اختلاف کیا ہے پس حضرت امام مالکؒ نے اپنے ایک قول کے مطابق اور حضرت امام ابوحنیفہؒ حضرت امام شافعیؒ حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور داؤد ظاہریؒ نے وتر کے علاوہ ۲۰ رکعات پڑھنے کو اختیار کیا ہے۔ اور ابن القاسمؒ نے امام مالکؒ سے روایت کیا ہے کہ حضرت امام مالکؒ ۳۶ رکعات تراویح اور تین رکعت وتر پڑھنے کو مستحسن سمجھتے تھے۔

جواب: یہ حوالہ بے سند ہے لہٰذا مردود ہے۔ ابن رشد کی پیدائش سے بہت پہلے امام مالک اس دنیا سے چلے گئے تھے، اس کے برعکس امام مالک سے مروی ہے کہ وہ گیارہ رکعات تراویح کے قائل تھے۔ (کتاب التہجد للاشبیلی ص ۱۷۶، عمدۃ القاری ۱۱/۱۲۷)

حضرت امام شافعیؒ کا مسلک

قال الامام الترمذیؒ و اختلف اهل العلم فی قیام رمضان فرای بعضهم ان یصلی احدی و اربعین رکعة مع الوتر و هو قول اهل المدینة والعمل علی هذا عندهم بالمدینة و اکثر اهل العلم علی ما روی عن علی و عمر و غیرهما من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرین رکعة و هو قول الثوری و ابن المبارک والشافعی و قال الشافعی و هکذا ادرکت ببلدنا بمکة یصلون عشرین رکعة۔ (ترمذی ۱ صفحہ...)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل علم نے قیام رمضان (تراویح) کے بارے میں اختلاف کیا ہے ان میں سے بعض وتر سمیت اکتالیس رکعتوں کے قائل ہیں یہ اہل مدینہ کا قول ہے اور ان کے ہاں مدینہ کا عمل ہے اور اکثر اہل علم ۲۰ رکعات (تراویح) کے قائل ہیں جیسا کہ حضرت علی، حضرت عمر اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے یہی حضرت سفیان ثوری، حضرت عبداللہ بن مبارک اور حضرت امام شافعیؒ کا قول ہے، حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے ہی پایا ہے اپنے شہر مکہ مکرمہ میں کہ وہاں (سب) بیس رکعتیں ہی پڑھتے ہیں۔

وقال الامام المزنی مختصر عن الامام الشافعی فاما قیام شهر رمضان احب الی عشرون لانه روی عن عمر و کذالک یقومون بمکة و یوترون بثلاث۔ (مختصر المزنی ص...)

حضرت امام مزنیؒ، حضرت امام شافعیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا رمضان المبارک کے قیام میں مجھے بیس رکعتیں محبوب ہیں کیونکہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں اور مکہ مکرمہ میں (تراویح) ۲۰ رکعات ہی پڑھتے ہیں اور وتر تین رکعت۔

جواب: امام شافعی دو وجہ سے بیس رکعات تراویح کو پسند کرتے تھے:

① یہ علی و عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

② مکہ کے لوگ امام شافعی کے زمانے میں بیس پڑھتے تھے۔

اول الذکر کے بارے میں عرض ہے کہ علی و عمر رضی اللہ عنہما سے باسند صحیح بیس رکعات تراویح قولاً یا فعلاً ہرگز ثابت نہیں ہیں۔

دوم: اہل مکہ کا عمل سنت مؤکدہ ہونے کی دلیل نہیں ہے، اور نہ یہ ثابت ہے کہ امام شافعی ان بیس رکعات کو سنت مؤکدہ سمجھتے تھے، لہٰذا امام شافعی کا قول حنفیوں و دیوبندیوں و بریلویوں کو مفید نہیں ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ نفلی نماز ہے اس میں کوئی حد یا تنگی نہیں، اگر قیام لمبا ہو اور رکعتیں تھوڑی، میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔ (مختصر قیام اللیل ص ۲۰۲، ۲۰۳)

محمود حسن دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ "لیکن سوائے امام اور کسی کے قول سے ہم پر حجت قائم کرنا بعید از عقل ہے" (ایضاح الادلہ طبع قدیم ص ۲۷۶)

محمد قاسم نانوتوی دیوبندی نے محمد حسین بٹالوی سے کہا تھا: "میں مقلد امام ابوحنیفہ کا ہوں، اس لئے میرے مقابلہ میں آپ جو قول بھی بطور معارضہ پیش کریں وہ امام ہی کا ہونا چاہئے، یہ بات مجھ پر حجت نہ ہوگی کہ شامی نے یہ لکھا ہے اور صاحب درمختار نے یہ فرمایا ہے، میں ان کا مقلد نہیں ہوں" (سوانح قاسمی ۲/ ۲۲)

اس دیوبندی اصول کی رو سے دیوبندیوں پر فرض ہے کہ وہ قرآن، حدیث، اجماع اور اجتہاد (ادلۂ اربعہ) بذریعہ امام ابوحنیفہ ہی پیش کریں، ادھر ادھر کے حوالے لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

امام شافعی کے بہت سے مسائل ایسے ہیں جنھیں دیوبندی و بریلوی حضرات نہیں مانتے مثلاً:

① امام شافعی رکوع سے پہلے اور بعد رفع یدین کرتے تھے۔

② آپ آمین بالجہر کے قائل تھے۔

③ آپ جہری وسری دونوں نمازوں میں، اپنے آخری قول کے مطابق فاتحہ خلف الامام کے قائل تھے۔

④ آپ سینہ پر ہاتھ باندھنے کے قائل تھے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا مسلک

قال الامام ابن قدامة الحنبلي " والمختار عند ابي عبد الله فيها عشرون ركعة و بهذا قال الثوري و ابوحنيفة و الشافعي و قال مالك ستة و ثلاثون و زعم انه الامر القديم و تعلق بفعل اهل المدينة و لنا ان عمر لما جمع الناس على ابي بن كعب كان يصلي بهم عشرين ركعة " (المغني لابن قدامة ج ۲ صفحه ۱۶۷)

امام ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابو عبداللہ (امام احمد بن حنبلؒ) کے نزدیک تراویح میں بیس رکعتیں مختار و پسندیدہ ہیں امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ بھی اسی کے قائل ہیں اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ چھتیس رکعتیں ہیں اور ان کا خیال ہے کہ یہی امر قدیم بھی ہے انہوں نے اہل مدینہ کے فعل سے تعلق لیا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں اکٹھا کیا تو وہ لوگوں کو بیس رکعتیں ہی پڑھاتے تھے۔

جواب: یہ حوالہ بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے، اس کے برعکس امام احمد نے یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ تراویح کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہئے، اس میں طرح طرح کی روایتیں مروی ہیں، دیکھئے کتاب المسائل عن احمد و اسحاق (ص ۲۶۵ رقم: ۳۸۶، وسنن الترمذی (ح ۸۰۶)

امام احمد فرماتے ہیں: "إنما هو تطوع" یہ تو صرف نفلی نماز ہے۔ (مختصر قیام اللیل ص ۲۰۲)
معلوم ہوا کہ امام احمد بیس تراویح کو سنت نہیں سمجھتے تھے۔

امام احمد رفع یدین و آمین بالجہر وغیرہ مسائل کے بھی قائل تھے، جنھیں دیوبندی اور بریلوی حضرات نہیں مانتے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی حنبلی متوفی ۵۶۱ کا فرمان

"وصلوٰة التراويح سنة النبي صلى الله عليه وسلم ...... وهي عشرون ركعة يجلس عقيب كل ركعتين ويسلم فهي خمس ترويحات كل أربع منها ترويحة" (غنیۃ الطالبین مترجم)

نماز تراویح نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے...... اور یہ بیس رکعتیں ہیں ہر دو رکعت کے بعد بیٹھے اور سلام پھیرے اس طرح پانچ ترویحے ہوں گے ہر چار رکعت تراویح کے بعد ایک ترویحہ

جواب: اس قول میں مطلق تراویح کو سنت کہا گیا ہے، بیس رکعات کو نہیں، دوسرے یہ کہ یہ قول امام مالک، امام احمد، امام ابوبکر بن العربی، امام قرطبی وغیرہم کے اقوال کے مقابلے میں پیش کرنا دیوبندیوں کا ہی کام ہے، شیخ عبدالقادر جیلانی رفع یدین اور آمین بالجہر وغیرہ کے قائل تھے جنھیں دیوبندی و بریلوی دونوں حضرات تسلیم نہیں کرتے۔

امام تقی الدین ابن تیمیہ الحرانی الحنبلی متوفی ۷۲۸ھ کا فرمان

"قد ثبت أن أبي بن كعب كان يقوم بالناس عشرين ركعة في رمضان ويوتر بثلاث فرأى كثير من العلماء أن ذلك هو السنة

یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ لوگوں (صحابہ و تابعین) کو رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے لہٰذا بہت سارے علماء نے اسی کو سنت قرار دیا ہے کیونکہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے

جواب: اس قول کا بھی وہی جواب ہے جو شیخ عبدالقادر جیلانی کے قول کا ہے۔

امام تقی الدین ابن تیمیہ الحرانی الحنبلی متوفی ۷۲۸ھ کا فرمان

"قد ثبت أن أبي بن كعب كان يقوم بالناس عشرين ركعة في رمضان ويوتر بثلاث فرأى كثير من العلماء أن ذلك هو السنة لأنه قام بين المهاجرين والأنصار ولم ينكره منكر" (فتاوی ابن تیمیہ ۲۳ ص۱۱۳)

یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ لوگوں (صحابہ و تابعین) کو رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے لہٰذا بہت سارے علماء نے اسی کو سنت قرار دیا ہے کیونکہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بیس رکعتیں حضرات انصار و مہاجرین رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں پڑھائی تھیں اور کسی نے انکار نہیں کیا۔

جواب: امام ابن تیمیہ تراویح کے بارے میں بیس (۲۰) انتالیس (۳۹) اور گیارہ (۱۱) کے اعداد ذکر کر کے فرماتے ہیں: " والصواب أن ذلك جميعه حسن " صحیح یہ ہے کہ یہ سب اقوال اچھے ہیں۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ۲۳/۱۱۳)

لیکن یہ قول انوار خورشید صاحب نے چھپالیا ہے۔

علامہ زین العابدین بن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ کا فرمان

" وقوله عشرون ركعة بيان لكميتها وهو قول الجمهور لما في الموطا عن يزيد بن رومان قال كان الناس يقومون في زمن عمر بن الخطاب بثلث وعشرين ركعة وعليه عمل الناس شرقا وغربا " (البحر الرائق ج ۲ صفحہ [illegible])

صاحب کنز الدقائق کا قول کہ " تراویح بیس رکعتیں ہیں " تراویح کی مقدار کا بیان ہے اور یہی جمہور کا قول ہے کیونکہ موطا امام مالک میں حضرت یزید بن رومان سے روایت ہے کہ لوگ (صحابہ و تابعین) حضرت عمر بن خطاب کے زمانہ میں تیئیس رکعتیں (بیس وتر کے) پڑھتے تھے اور اسی پر مشرق و مغرب کے لوگوں کا عمل ہے۔

علامہ علاء الدین الحصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ کا فرمان

" (التراويح سنة) مؤكدة لمواظبة الخلفاء الراشدين (للرجال والنساء) اجماعا (وهي عشرون ركعة) حكمته مساواة المكملة للمكمل " (الدر المختار مع حاشیہ رد المحتار ج ۲ صفحہ [illegible])

تراویح سنت مؤکدہ ہے مردوں اور عورتوں سب کے لیے اجماعاً کیونکہ اس پر خلفاء راشدین نے مواظبت فرمائی ہے اور تراویح بیس رکعتیں ہیں اور بیس کی حکمت یہ ہے کہ مکمل یعنی تراویح مکمل یعنی فرائض مع وتر کے برابر ہو جائیں (کیونکہ فرائض کی کل رکعتیں وتر ملا کر بیس بنتی ہیں)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ کا فرمان

" قوله وهي عشرون ركعة وهو قول الجمهور وعليه عمل الناس شرقا وغربا " (رد المحتار مع حاشیہ در المختار ج ۲ صفحہ [illegible])

صاحب در مختار کا قول کہ " تراویح بیس رکعتیں ہیں " یہی جمہور علماء کا قول ہے اور اسی پر لوگوں کا عمل ہے مشرق و مغرب میں۔

جواب: یہ سب بعد میں آنے والے حنفی مولویوں کے اقوال ہیں جنھیں اصول شکنی کر کے بطور حجت پیش کیا جا رہا ہے، امام ابو بکر بن العربی کے اکیلے قول کے مقابلے میں بھی یہ سب اقوال مردود ہیں۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۵۲ھ کا فرمان

" والذي استقر عليه الامر واشتهر من الصحابة والتابعين ومن بعدهم هو العشرون وما روي انها ثلث وعشرون فبحساب الوتر معها " (ما ثبت بالسنۃ مترجم صفحہ [illegible])

اور جس تعداد پر رکعاتِ تراویح کا معاملہ مستقل ہوا اور صحابہ و تابعین اور ان کے بعد کے بزرگوں سے وہ تعداد مشہور ہوئی وہ بیس رکعتیں ہیں اور یہ جو مروی ہے کہ تراویح تیئیس رکعتیں ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ تراویح کے ساتھ وتر ملا کر تیئیس رکعتیں ہیں۔

جواب: یہ قول بلا دلیل ہونے کے ساتھ ساتھ امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور امام ابو بکر بن العربی وغیرہم کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ متوفی ۱۱۷۶ھ کا فرمان

"وعدده عشرون ركعة وذالك انهم رأوا النبي صلى الله عليه وسلم شرع للمحسنين احدى عشرة ركعة في جميع السنة فحكموا انه لا ينبغي ان يكون حظ المسلم في رمضان عند قصده الاقتحام في لجة التشبه بالملكوت اقل من ضعفها"

(حجۃ اللہ البالغۃ ج ۲ ص ۱۸)

تراویح کی رکعتوں کی تعداد بیس ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے سارے سال میں محسنین کے لیے گیارہ رکعتیں مقرر فرمائی ہیں کیونکہ سارے سال عموماً تہجد آٹھ رکعات اور وتر تین رکعات ادا کیے جاتے ہیں تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ رمضان کے مہینے میں جب ایک مسلمان تشبہ بالملکوت کے سمندر میں غوطہ زن ہونے کا ارادہ کرے تو اس کے لیے مناسب نہیں ہے کہ اس کا اس سے دگنی رکعات سے کم حصہ ہو۔

جواب: شاہ ولی اللہ التقلیدی کا قول بھی بلا دلیل ہے۔

تنبیہ: شاہ ولی اللہ دہلوی رفع الیدین کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

"اور جو شخص رفع یدین کرتا ہے میرے نزدیک اس شخص سے جو رفع یدین نہیں کرتا اچھا ہے"

(حجۃ اللہ البالغہ اردو ۱/۳۶۱)

اس فتویٰ کے بارے میں کیا خیال ہے؟

علامہ عبدالحی لکھنویؒ متوفی ۱۳۰۴ھ کا فرمان

"ان مجموع عشرين ركعة في التراويح سنة مؤكدة لانه مما واظب عليه الخلفاء وان لم يواظب عليه النبي صلى الله عليه وعلى آله وسلم وقد سبق ان سنة الخلفاء ايضا لازم الاتباع وتاركها آثم وان كان اثمه دون اثم تارك السنة النبوية فمن اكتفى على ثمان ركعات يكون مسيئا لتركه سنة الخلفاء وان شئت ترتيبه على سبيل القياس فقل عشرون ركعة في التراويح مما واظب عليه الخلفاء الراشدون وكل ما واظب عليه الخلفاء سنة مؤكدة ثم تضمه مع ان كل سنة مؤكدة آثم تاركها فينتج عشرون ركعة آثم تاركها ومقدمات هذا القياس قد اثبتناها في الاصول السابقة"

(تحفۃ الاخیار فی احیاء سنۃ سید الابرار ص ۲۱۰ بحوالہ رسول اکرم کا طریقہ نماز ص ۲۵۲)

تراویح میں بیس رکعات سنت مؤکدہ ہیں اس لیے کہ اس پر خلفاء راشدین نے مداومت کی ہے اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مداومت نہیں کی اور پہلے بتایا جا چکا ہے کہ خلفاء راشدین کی سنت بھی واجب الاتباع ہے اور اس کا چھوڑنے والا گنہگار ہے اگرچہ اس کا گناہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ترک کرنے والے سے کم ہے لہٰذا جو شخص آٹھ رکعت پر اکتفا کرے وہ برا کام کرنے والا ہے کیونکہ اس نے خلفاء راشدین کی سنت ترک کر دی اگر تم قیاس کے طریقے پر اس کی ترتیب سمجھنا چاہو تو یوں کہو "بیس رکعت تراویح پر خلفاء راشدین نے مواظبت کی اور جس پر خلفاء راشدین نے مواظبت کی ہو وہ سنت مؤکدہ ہے لہٰذا بیس رکعت تراویح بھی سنت مؤکدہ ہے پھر اس کے ساتھ یہ بھی ملاؤ کہ سنت مؤکدہ کا تارک گنہگار ہوتا ہے لہٰذا بیس رکعات کا تارک بھی گنہگار ہوگا" اس قیاس کے مقدمات ہم اصول سابقہ میں ثابت کر چکے ہیں۔

قارئین کرام!

انوار خورشید دیوبندی صاحب نے اہل حدیث کے خلاف ابن نجیم حنفی سے لے کر عبدالحیٔ لکھنوی تک حنفیوں کے اقوال پیش کئے ہیں گویا کہ یہ اقوال ان کے نزدیک قرآن، حدیث، اجماع اور اجتہادِ ابی حنیفہ کے برابر ہیں، حالانکہ اہل حدیث کے خلاف حنفیوں کے اقوال پیش کرنا اصلاً مردود ہے۔

انوار خورشید صاحب سے یہ غلطی ہوئی ہے کہ انھوں نے بہت سے حیاتی، مماتی دیوبندیوں کے اقوال اہل حدیث کے خلاف پیش نہیں کئے، حالانکہ انھیں اپنے منہج کے مطابق اہل حدیث کے مقابلے میں مونگ پھلی استاد اور پیالی ملا وغیرہ کے اقوال بھی پیش کرنے چاہئے تھے تاکہ کتاب کا حجم کچھ اور زیادہ ہو جاتا۔

خلاصۃ الجواب:

انوار خورشید دیوبندی صاحب کا دعویٰ ہے: ''اس لئے تراویح بیس رکعات ہی سنت مؤکدہ ہیں'' (حدیث اور اہلحدیث ص ٦٥٨)

اور یہی دعویٰ عام دیوبندیوں کا ہے، دیوبندیوں کے نزدیک دلیل صرف ادلۂ اربعہ (قرآن، حدیث، اجماع اور اجتہاد) کا ہی نام ہے، مفتی رشید احمد لدھیانوی دیوبندی فرماتے ہیں: ''غرضیکہ یہ مسئلہ اب تک تشنۂ تحقیق ہے، معہذا ہمارا فتویٰ اور عمل قول امام رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق ہی رہے گا اس لئے کہ ہم امام رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں اور مقلد کے لئے قولِ امام حجت ہوتا ہے نہ کہ ادلۂ اربعہ کہ ان سے استدلال وظیفۂ مجتہد ہے''

(ارشاد القاری الی صحیح البخاری ص ٤١٢)

معلوم ہوا کہ دیوبندیوں کے نزدیک تسلیم شدہ ادلۂ اربعہ (چار دلیلوں) سے استدلال صرف مجتہد (امام ابوحنیفہ) کا ہی کام ہے، لہٰذا ہر مسئلے میں دیوبندیوں پر یہ فرض ہے کہ وہ پہلے امام ابوحنیفہ کا قول پیش کریں اور پھر بذریعہ امام ابوحنیفہ: قرآن وحدیث اور

اجماع سے استدلال کریں۔

انوار خورشید دیوبندی صاحب نے بیس رکعات تراویح کے ''سنت مؤکدہ'' ہونے پر جو روایات پیش کی ہیں ان میں اپنے اصول کو پیش نظر نہیں رکھا، ان کی پیش کردہ روایتیں تین قسموں پر مشتمل ہیں:

① بلحاظ سند ضعیف و مردود ہیں مثلاً حدیث: ۶ وغیرہ

② دعویٰ سے غیر متعلق ہیں، مثلاً حدیث: ۱، ۲، ۳ وغیرہ

③ ادلۂ اربعہ سے خارج ہیں، مثلاً ابن نجیم حنفی کا قول وغیرہ

لہٰذا ثابت ہوا کہ انوار خورشید دیوبندی صاحب اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے میں ناکام رہے ہیں، اس فاش ناکامی کے باوجود وہ لکھتے ہیں کہ ''جو صاحب جواب لکھیں اگر وہ کتاب میں مذکور احادیث پر جرح کریں تو جرح مفسر کریں اور جرح کا ایسا سبب بیان کریں جو متفق علیہ ہو، نیز جارح ناصح ہونا چاہئے نہ کہ متعصب، اس چیز کا خاص خیال رکھیں کہ کوئی ایسی جرح نہ ہو جو بخاری و مسلم کے راویوں پر ہو چکی ہو'' [حدیث اوراہلحدیث ص ۴]

تبصرہ: میں نے انوار خورشید کا جو جواب لکھا ہے اس میں دیوبندی و حنفی اصول کو ہر جگہ مدِ نظر رکھا ہے، مثلاً سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں: ''بایں ہمہ ہم نے توثیق و تضعیف میں جمہور ائمۂ جرح و تعدیل اور اکثر ائمۂ حدیث کا ساتھ اور دامن نہیں چھوڑا، مشہور ہے کہ زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو '' (احسن الکلام ۱/۴۰ طبع دوم)

میں نے صرف انھی راویوں کو ضعیف و مجروح قرار دیا ہے جو جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف و مجروح ہیں بعض جگہ فریقِ مخالف کے تسلیم کردہ الزامی جوابات بھی دیئے ہیں۔ والحمد للہ

جب دیوبندیوں کے راویوں پر جمہور کی جرح ہو تو انھیں ''جرح مفسر'' یاد آجاتی ہے اور جب وہ خود ان راویوں پر جرح کرنے بیٹھ جائیں جنھیں جمہور نے ثقہ و صدوق قرار دیا ہے مثلاً مکحول، علاء بن عبدالرحمٰن، محمد بن اسحاق، عبیداللہ بن عمرو الرقی، مؤمل بن اسماعیل

اور عبدالحمید بن جعفر وغیرہم۔ تو پھر وہ "جرح مفسر" اور "جارح ناصح" وغیرہ سب کچھ بھول جاتے ہیں، ہمیں دیوبندیوں سے بڑی شکایت ہے کہ وہ ایک راوی کو ثقہ کہتے ہیں جب اس کی بیان کردہ حدیث ان کے مطلب کی ہوتی ہے اور دوسری جگہ ضعیف کہتے ہیں جب اس کی بیان کردہ حدیث اُن کے مطلب کے خلاف ہوتی ہے، مثلاً علی محمد حقانی دیوبندی سندھی، ترک رفع یدین کی ایک حدیث کے راوی یزید بن ابی زیاد کے بارے میں لکھتا ہے:

"اھو ثقة آھی" وہ ثقہ ہے۔ (نبوی نماز مدلل: سندھی ۱/۳۵۵)

یہی یزید بن ابی زیاد جرابوں پر مسح والی ایک روایت کا بھی راوی ہے، وہاں حقانی مذکور صاحب لکھتے ہیں کہ "زیلعی فرمائیند و......اھو ضعیف آھی"

زیلعی فرماتے ہیں......وہ ضعیف ہے۔ (نبوی نماز مدلل ص ۱۶۹)

ایسے متناقض ومتعارض لوگوں سے کسی انصاف کی توقع ہی فضول ہے!

انوار خورشید صاحب کے مذکورہ بیان سے معلوم ہوا کہ بخاری ومسلم کے راویوں پر جرح مردود ہے، دوسری طرف دیوبندی حضرات صحیح بخاری وصحیح مسلم کے راویوں پر مسلسل جرح کرتے رہتے ہیں، مثلاً:

مکحول، محمد بن اسحاق، عبیداللہ بن عمرو، علاء بن عبدالرحمٰن اور سماک بن حرب وغیرہم صحیح مسلم یا صحیح بخاری کے راوی ہیں اور ان پر جرح دیوبندیوں کی کتابوں میں علانیہ طور پر موجود ہے۔

شعیب علیہ السلام کی قوم کے اصول ان لوگوں نے اپنے سینے سے لگا لئے ہیں اور پھر یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ہمارے راویوں پر صرف جرحِ مفسر ہی ہو،! مؤدبانہ عرض ہے کہ ایسے تین راوی پیش کریں جنھیں جمہور نے ثقہ وصدوق قرار دیا ہے، اس کے باوجود ان پر جرح مفسر ہے اور اس جرح مفسر کی وجہ سے وہ ضعیف ومردود قرار دیئے گئے ہیں۔ جرح مفسر کی ایسی مثالیں بھی پیش کریں جن کو دیوبندی حضرات حجت تسلیم کرتے ہیں۔

ہم تو جمہور محدثین کی تحقیق وگواہی کو ہی ترجیح دیتے ہیں اور اسی پر کاربند ہیں۔

والحمدللہ

انوار خورشید صاحب مزید فرماتے ہیں کہ "جو صاحب جواب لکھیں، وہ تدلیس، ارسال، جہالت، ستارت جیسی جرحیں نہ کریں کیونکہ اس قسم کی جرحیں متابعت اور شواہد سے ختم ہو جاتی ہیں، اور متابع وشواہد اس کتاب میں پہلے ہی کثرت کے ساتھ ذکر کر دئے ہیں"

(حدیث اور اہلحدیث ص ۴)

تبصرہ:

اصول حدیث میں یہ مسئلہ مقرر ہے کہ تدلیس، ارسال، جہالت اور ستارت (مستور ہونے) کی وجہ سے حدیث ضعیف ہو جاتی ہے، اب کیا وجہ ہے کہ ہم ضعیف حدیث کو ضعیف بھی نہ کہیں، دیوبندی حضرات خود بہت سی روایتوں پر یہی جرح کر کے رد کر دیتے ہیں مثلاً: سرفراز خان صفدر نے نافع بن محمود، مشہور تابعی کو مجہول قرار دے کر ان کی بیان کردہ حدیث کو رد کر دیا ہے۔ (احسن الکلام ۲/۹۰)

ابو قلابہ کو غضب کا مدلس قرار دے کر اُن کی روایت کو رد کر دیا ہے۔ (دیکھئے احسن الکلام ۲/۱۱۴) متابعت اور شواہد سے اگر انوار خورشید دیوبندی صاحب کی یہ مراد ہے کہ ان راویوں کی متابعت اور شواہد والی روایات بلحاظِ سند صحیح وحسن لذاتہ ہیں تو بسر وچشم، اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ متابعت وشواہد والی روایات کا ضعیف ومردود ہونا چنداں مضر نہیں، تو ان کا یہ اصول باطل ہے، امام ابن کثیر نے اصولِ حدیث میں یہ مسئلہ سمجھایا ہے کہ مخالف کی پیش کردہ حدیث کو ضعیف ثابت کر دینا ہی کافی ہے۔ دیکھئے ص ۶۷

ضعیف روایت کو خواہ مخواہ کھینچ تان کر حسن لغیرہ کے درجے تک پہنچانا فریقِ مخالف پر حجت نہیں بن سکتا حافظ ابن حجر اور حافظ ابن القطان الفاسی وغیرہما کی یہ تحقیق ہے کہ حسن لغیرہ روایت حجت نہیں ہے اسے صرف فضائل اعمال میں ہی پیش کیا جا سکتا ہے، احکام میں اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔ دیکھئے النکت علیٰ مقدمہ ابن الصلاح (۱/۴۰۲)

یہاں پر بطور تنبیہ عرض ہے کہ انوار خورشید صاحب کی پیش کردہ اکثر روایتوں میں نہ متابعت ثابت ہے اور نہ شواہد، مثلاً ان کا یہ دعویٰ ہے کہ "آنحضرت ﷺ سے بیس رکعات

تراویح پڑھنا ثابت ہے......" (حدیث اور اہلحدیث ص ۶۵۸)

حالانکہ انوار خورشید صاحب کی پیش کردہ پہلی روایت میں ابراہیم بن عثمان کذاب و متروک اور دوسری میں محمد بن حمید الرازی کذاب ہے۔

انوار خورشید نے یہ بہت بڑا جھوٹ لکھا ہے کہ ان روایتوں کو "امت کی تلقی بالقبول حاصل ہے" تلقی بالقبول کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تمام امت اس روایت کو قبول کر لے، امتِ مسلمہ میں تراویح کے بارے میں بہت بڑا اختلاف ہے، اگر ان موضوع روایتوں کو امت کا تلقی بالقبول حاصل ہوتا تو یہ اختلاف نہیں ہونا چاہئے تھا، ہاں یہ ممکن ہے کہ انوار خورشید صاحب کی یہ مراد ہو کہ "دیوبندی امت کا تلقی بالقبول حاصل ہے" اور یہ عام لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ صرف دیوبندیوں کا تلقی بالقبول کسی روایت کے صحیح لغیرہ ہونے کی دلیل نہیں ہوتا۔

آخر میں انوار خورشید صاحب دھمکی دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"ان باتوں کو ملحوظ رکھ کر جو جواب دیا جائے گا وہ یقیناً درخور اعتناء سمجھا جائے گا ورنہ بے جا اور فضول باتوں سے ہمیں کوئی سروکار نہیں" (حدیث اور اہلحدیث ص ۴)

تبصرہ: انوار خورشید دیوبندی کے تمام دلائل کا اللہ کے فضل و کرم اور ادلۂ اربعہ قاطعہ سے جواب دے کر ان دیوبندی شبہات کو ھباءً منثوراً بنا کر ہوا میں اڑا دیا گیا ہے۔

① دیوبندی روایات، اصول حدیث اور جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف، مردود اور موضوع ہیں۔

② بعض روایات صحیح ہیں لیکن اصل موضوع سے غیر متعلق اور دیوبندی دعویٰ سے غیر موافق ہیں۔

③ بعض روایات و اقوال وہ حوالے ہیں جو ادلۂ اربعہ سے خارج ہیں مثلاً بعض تابعین کرام کا عمل اور حنفی مولویوں کے اقوال و افعال نہ قرآن ہیں نہ حدیث اور نہ اجماع۔

حنفی علماء کے اپنے نزدیک بھی تابعین کرام کے اقوال و افعال حجت نہیں ہیں۔ مثلاً:

ا۔ محمد بن سیرین، ابوقلابہ، وہب بن منبہ، طاؤس اور سعید بن جبیر وغیرہم رکوع سے پہلے

اور بعد رفع یدین کرتے تھے ۔ (نور العینین ص ۲۲۷ بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۳۵ ومصنف عبدالرزاق ۲/۶۹ والسنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۷۴)

۲۔ سعید بن جبیر، حسن بصری اور عبیداللہ بن عتبہ وغیرہم فاتحہ خلف الامام اور قراءت خلف الامام کے قائل تھے۔

(جزء القراءت للبخاری ح ۲۷۳ وکتاب القراءت للبیہقی ح ۲۴۲ ومصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۷۳)

۳۔ عکرمہ تابعی نے کہا: "أدركت الناس ولهم زجة في مساجدهم بآمين إذا قال الإمام غير المغضوب عليهم ولا الضآلين" میں نے لوگوں کو ان کی مسجدوں میں، اس حال میں پایا کہ جب امام ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ کہتا تو لوگوں کی آمین کہنے سے مسجدیں گونج اٹھتی تھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۴۲۵)

ان جیسے تمام اقوال کے دیوبندی و بریلوی و حنفی حضرات سراسر مخالف ہیں۔ نیز دیکھئے میری کتاب "القول المتین فی الجھر بالتامین"

انوار خورشید دیوبندی صاحب نے ص ۶۵۸ سے ص ۶۹۳ تک جھوٹی، بے حوالہ اور غیر متعلق باتیں لکھی ہیں جن کی تردید، روایاتِ مذکورہ کی تحقیق میں آ چکی ہے۔

ان صفحات کی بعض اہم باتوں کا جواب درج ذیل ہے:

۱: تلقی بالقبول سے مراد ساری امت کی تلقی بالقبول یعنی اجماع ہے، اہل حدیث کے نزدیک اجماع حجت ہے۔

۲: خلفائے راشدین اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بیس رکعات تراویح باسند صحیح ثابت نہیں ہیں۔

۳: کسی تابعی، تبع تابعی یا مستند امام سے یہ ثابت نہیں ہے کہ بیس رکعات ہی سنتِ مؤکدہ ہیں، ان سے کم یا زیادہ جائز نہیں ہے۔

۴: امام مالک، امام قرطبی، امام ابوبکر بن العربی اور اکثر علماء آٹھ رکعات تراویح کے قائل تھے، ابن ہمام حنفی، انور شاہ کشمیری اور عبدالشکور لکھنوی وغیرہم بھی آٹھ رکعات تراویح کا

سنت ہونا تسلیم کر چکے ہیں۔

۵: دیوبندی حضرات یہ راگ الاپتے رہتے ہیں کہ ''تہجد اور تراویح دو علیحدہ علیحدہ نمازیں ہیں، انھیں ایک ہی نماز سمجھنا غیر مقلدین کا مذہب ہے'' جبکہ انور شاہ کشمیری دیوبندی کہتے ہیں کہ تہجد اور تراویح دونوں ایک ہی نماز ہے۔ اور انھیں علیحدہ علیحدہ سمجھنا غلط ہے۔

(دیکھئے فیض الباری ۲/۴۲۰ والعرف الشذی ۱/۱۶۶)

دیوبندیوں کا کشمیری صاحب کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا وہ بھی ''غیر مقلد'' ہی تھے؟

۶: غنیۃ الطالبین میں جو روایت سہواً یا عمداً رہ گئی ہے ہم اس غلطی سے بری ہیں، دیوبندیوں نے حجۃ اللہ البالغہ میں جو تحریف کر رکھی ہے اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟

۷: ائمۂ مجتہدین میں سے امام بخاری نے حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا کو کتاب التراویح میں ذکر کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ حدیث عائشہ کا تعلق تراویح کے ساتھ یقیناً ہے لہٰذا دیوبندیوں کا یہ پروپیگنڈا بے اثر ہے کہ یہ حدیث تراویح سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔

امام بیہقی نے السنن الکبریٰ میں ''باب ما روي في عدد ركعات القيام في شهر رمضان'' لکھ کر عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث نقل کی ہے اور بعد میں بیس والی ضعیف و موضوع نقل کر کے اس کے راوی پر جرح کر دی ہے۔ (۲/۴۹۵، ۴۹۶)

اگر یہ حدیث تراویح سے غیر متعلق تھی تو الامام المجتہد امام بخاری اور امام بیہقی اسے تراویح والے باب میں کیوں لائے ہیں؟

۸: صحیح مسلم کی صحیح حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعات پڑھتے تھے اور ہر دو رکعت پر سلام پھیر دیتے تھے اور پھر (آخر میں) ایک وتر پڑھتے تھے۔

۹: عام دلائل سے ثابت ہے کہ تراویح جماعت کے ساتھ افضل ہے اور اکیلے بھی جائز ہے۔

۱۰: شعب الایمان للبیہقی (۳/۳۱۰ ح ۳۶۲۴) وصحیح ابن خزیمہ (۳/۳۴۲ ح ۲۲۱۶) کی ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں ''اپنے بستر پر تشریف نہ لاتے یہاں تک کہ رمضان گزر جاتا''

اس روایت کی سند بالکل ضعیف ہے۔ اس کا راوی عبدالمطلب بن عبداللہ مدلس ہے اور روایت معنعن ہے۔ شعب الایمان میں غلطی سے المطلب عن عبداللہ عن عائشہ چھپ گیا ہے جبکہ صحیح عبارت صرف یہ ہے کہ: ''المطلب بن عبدالله عن عائشة ''إلخ

۱۱: شعب الایمان للبیہقی (۳/۳۱۰ ح ۳۶۲۵) کی روایت میں عبدالباقی بن قانع ضعیف ہے، دوسری سند میں بھی نظر ہے۔ انوار خورشید کی پیش کردہ چاروں روایات اصل موضوع سے غیر متعلق ہیں۔

۱۲: انس رضی اللہ عنہ کے قول ''وہاں آپ نے وہ نماز پڑھی جو آپ ہمارے پاس نہیں پڑھتے تھے'' کا مطلب صرف یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں بہت لمبی قراءت اور طویل قیام والی نماز پڑھی، اس روایت کا تعلق تعداد رکعات سے نہیں ہے۔

۱۳: طلق بن علی رضی اللہ عنہ نے دو مسجدوں میں رات کی نماز پڑھائی، اگر انھوں نے پہلے تراویح پڑھائی تھی تو بعد میں تہجد کی جماعت پڑھنے والے کون تھے؟ اگر دونوں جگہ تراویح یا دونوں جگہ تہجد تھی تو اس پر دیوبندیوں کا کوئی عمل نہیں ہے۔ دوسری نماز جو انھوں نے پڑھائی تھی اسے انوار خورشید نے ''پڑھی تھی'' لکھ کر مفہوم میں تحریف کر دی ہے۔

۱۴: امام مالک کی تہجد و تراویح کے بارے میں محمد بن محمد العبدری الفاسی المالکی کا حوالہ بے سند و مردود ہے۔

۱۵: امام بخاری سے باسند صحیح تراویح اور تہجد کا علیحدہ علیحدہ پڑھنا ثابت نہیں ہے۔ ہدی الساری کا حوالہ بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

۱۶: شاہ عبدالعزیز وغیرہ کے اقوال، امام مالک وغیرہ کے اقوال کے مقابلے میں مردود ہیں۔

۱۷: تراویح کے بعد تہجد کا پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے اور یہی تحقیق انور شاہ کشمیری دیوبندی کی ہے۔ وما علینا إلا البلاغ

حافظ زبیر علی زئی

(۹ جولائی ۲۰۰۴ء مراجعتِ طبعۂ جدیدہ ۲۰ اگست ۲۰۰۶ء)

آٹھ رکعات تراویح اور غیر اہلحدیث علماء

رمضان میں عشاء کی نماز کے بعد جو نماز بطورِ قیام رمضان پڑھی جاتی ہے، اسے عُرف عام میں تراویح کہتے ہیں۔ راقم الحروف نے ''نور المصابیح فی مسئلۃ التراویح'' میں ثابت کر دیا ہے کہ گیارہ رکعات قیامِ رمضان (تراویح) سنت ہے۔

نبی کریم ﷺ عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد فجر (کی اذان) تک (عام طور پر) گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔ آپ ہر دو رکعتوں پر سلام پھیرتے تھے اور (آخر میں) ایک وتر پڑھتے تھے۔ دیکھئے صحیح مسلم (۲۵۴/۱ ح ۷۳۶)

نبی کریم ﷺ نے رمضان میں (صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو جماعت سے) آٹھ رکعتیں پڑھائیں۔ دیکھئے صحیح ابن خزیمہ (۱۳۸/۲ ح ۱۰۷۰) وصحیح ابن حبان (الاحسان ۶۲/۴ ح ۲۴۰۱، ۶۴/۴ ح ۲۴۰۶) اس روایت کی سند حسن ہے۔

سیدنا امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے (نماز پڑھانے والوں) سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور سیدنا تمیم الداری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں کو (رمضان میں نمازِ عشاء کے بعد) گیارہ رکعات پڑھائیں۔ دیکھئے موطأ امام مالک (۱۱۴/۱ ح ۲۴۹) والسنن الکبریٰ للنسائی (۱۱۳/۳ ح ۴۶۸۷)

اس روایت کی سند صحیح ہے اور محمد بن علی النیموی (تقلیدی) نے بھی اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ [دیکھئے آثار السنن ح ۷۷۵، دوسرا نسخہ: ۶۷۷]

صحابہ وتابعین اور سلف صالحین کا اس پر عمل رہا ہے۔

اب اس مضمون میں حنفی وتقلیدی علماء کے حوالے پیشِ خدمت ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے نزدیک بھی آٹھ رکعات تراویح سنت ہے۔

① ابن ہمام حنفی (متوفی ۸۶۱ھ) لکھتے ہیں:

"فتحصل من هذا كله أن قيام رمضان سنة إحدىٰ عشرة ركعة بالوتر في جماعة"

اس سب کا حاصل (نتیجہ) یہ ہے کہ قیامِ رمضان (تراویح) گیارہ رکعات مع وتر، جماعت کے ساتھ سنت ہے۔ [فتح القدیر شرح الہدایہ ج۱ص۴۰۷ باب النوافل]

② سید احمد طحطاوی حنفی (متوفی ۱۲۳۳ھ) نے کہا:

"لأنّ النبي عليه الصلوٰة والسلام لم يصلها عشرين، بل ثماني"

کیونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیس (رکعات) نہیں پڑھیں بلکہ آٹھ پڑھی ہیں۔

[حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج۱ص۲۹۵]

③ ابن نجیم مصری (متوفی ۹۷۰ھ) نے ابن ہمام حنفی سے بطورِ اقرار نقل کیا:

"فإذن يكون المسنون علىٰ أصول مشايخنا ثمانية منها والمستحب اثنا عشر"

پس اس طرح ہمارے مشائخ کے اصول پر ان میں سے آٹھ (رکعتیں) مسنون اور بارہ (رکعتیں) مستحب ہو جاتی ہیں۔ [البحر الرائق ج۲ص۶۷]

تنبیہ: ابن ہمام وغیرہ کا آٹھ کے بعد بارہ (۱۲) رکعتوں کو مستحب کہنا حنفیوں وتقلیدیوں کے اس قول کے سراسر خلاف ہے کہ "بیس رکعات تراویح سنت مؤکدہ ہے اور اس سے کم یا زیادہ جائز نہیں ہے۔"

④ ملا علی قاری حنفی (متوفی ۱۰۱۴ھ) نے کہا:

"فتحصل من هذا كله أن قيام رمضان سنة إحدىٰ عشرة بالوتر في جماعة فعله عليه الصلوٰة والسلام"

اس سب کا حاصل (نتیجہ) یہ ہے کہ قیام رمضان (تراویح) گیارہ رکعات مع وتر، جماعت کے ساتھ سنت ہے، یہ آپ ﷺ کا عمل ہے۔

[مرقاۃ المفاتیح ۳۸۲/۳ ح ۱۳۰۳]

⑤ دیوبندیوں کے منظورِ نظر محمد احسن نانوتوی (متوفی ۱۳۱۲ھ) فرماتے ہیں:

"لأن النبي ﷺ لم يصلها عشرين بل ثمانياً"

کیونکہ نبی ﷺ نے بیس (۲۰ رکعات) نہیں پڑھیں بلکہ آٹھ (۸) پڑھی ہیں۔

[حاشیہ کنز الدقائق ص ۳۶ حاشیہ: ۴]

نیز دیکھئے شرح کنز الدقائق لابی السعود الحنفی ص ۲۶۵

⑥ دیوبندیوں کے منظورِ نظر عبد الشکور لکھنوی (متوفی ۱۳۸۱ھ) لکھتے ہیں:

"اگرچہ نبی ﷺ سے آٹھ رکعت تراویح مسنون ہے اور ایک ضعیف روایت میں ابن عباس سے بیس رکعت بھی۔ مگر....." [علم الفقہ ص ۱۹۸، حاشیہ]

⑦ دیوبندیوں کے منظورِ نظر عبد الحیٔ لکھنوی (متوفی ۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں:

"آپ نے تراویح دو طرح ادا کی ہے (۱) بیس رکعتیں بے جماعت.... لیکن اس روایت کی سند ضعیف ہے... (۲) آٹھ رکعتیں اور تین رکعت وتر با جماعت..."

[مجموعہ فتاویٰ عبد الحیٔ ج ۱ ص ۳۳۱، ۳۳۲]

⑧ خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی (متوفی ۱۳۴۵ھ) لکھتے ہیں:

"البتہ بعض علماء نے جیسے ابن ہمام آٹھ کو سنت اور زائد کو مستحب لکھا ہے سو یہ قول قابل طعن کے نہیں" [براہین قاطعہ ص ۸]

خلیل احمد سہارنپوری مزید لکھتے ہیں:

"اور سنت مؤکدہ ہونا تراویح کا آٹھ رکعت تو بالاتفاق ہے اگر خلاف ہے تو بارہ میں ہے" [براہین قاطعہ ص ۱۹۵]

⑨ انور شاہ کشمیری دیوبندی (متوفی ۱۳۵۲ھ) فرماتے ہیں:

"ولا مناص من تسليم أن تراويحه عليه السلام كانت ثمانية ركعات ولم يثبت في رواية من الروايات أنه عليه السلام صلى التراويح والتهجد عليحدة في رمضان...وأما النبي ﷺ فصح

عنه ثمان ركعات وأما عشرون ركعة فهو عنه عليه السلام بسند ضعيف وعلىٰ ضعفه اتفاق..."

اور اس کے تسلیم کرنے سے کوئی چھٹکارا نہیں ہے کہ آپ علیہ السلام کی تراویح آٹھ رکعات تھی اور روایتوں میں سے کسی ایک روایت میں بھی یہ ثابت نہیں ہے کہ آپ علیہ السلام نے رمضان میں تراویح اور تہجد علیحدہ پڑھے ہوں...

رہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ سے آٹھ رکعتیں صحیح ثابت ہیں اور رہی بیس رکعتیں تو وہ آپ علیہ السلام سے ضعیف سند کے ساتھ ہیں اور اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔ [العرف الشذی ص۱۶۶ ج۱]

⑩ نمازِ تراویح کے بارے میں حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی حنفی (متوفی ۱۰۶۹ھ) فرماتے ہیں:

"(وصلوتها بالجماعة سنة كفاية) لما يثبت أنه صلى الله عليه وسلم صلّى بالجماعة إحدىٰ عشرة ركعة بالوتر..."

(اور اس کی باجماعت نماز سنت کفایہ ہے) کیونکہ یہ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کے ساتھ گیارہ رکعتیں مع وتر پڑھی ہیں۔

[مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ص۹۸]

محمد یوسف بنوری دیوبندی (متوفی ۱۳۹۷ھ) نے کہا:

"فلا بد من تسليم أنه صلى الله عليه وسلم صلّى التراويح أيضاً ثماني ركعات"

پس یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکعات تراویح بھی پڑھی ہیں۔

[معارف السنن ج۵ ص۵۴۳]

تنبیہ(۱): یہ تمام حوالے ان لوگوں پر بطورِ الزام و اتمامِ حجت پیش کیے گئے ہیں جو ان علماء کو اپنا اکابر مانتے ہیں اور اُن کے اقوال کو عملاً حجت تسلیم کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ ان کے بعض علماء نے بغیر کسی صحیح دلیل کے یہ غلط دعویٰ کر رکھا ہے:

''مگر حضرت فاروق اعظم نے اپنی خلافت کے زمانہ میں بیس رکعت پڑھنے کا حکم فرمایا اور جماعت قائم کردی''

اس قسم کے بے دلیل دعووں کے رد کے لیے یہی کافی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے گیارہ رکعات پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ [دیکھئے موطأ امام مالک ۱/۱۱۴ ح ۲۴۹ وسندہ صحیح]

تنبیہ (۲): امام ابوحنیفہ، قاضی ابویوسف، محمد بن الحسن الشیبانی اور امام طحاوی کسی سے بھی بیس رکعات تراویح کا سنت ہونا باسند صحیح ثابت نہیں ہے۔

وما علینا إلا البلاغ

(۱۷؍رجب ۱۴۲۷ھ)

[انتهت المراجعة ۲۶ رجب ۱۴۲۷ھ]

الطبعة الأولیٰ
تعدادِ رکعاتِ قیامِ رمضان کا جائزہ
(طبعہ جدیدہ مع مراجعت)
حافظ زبیر علی زئی

(۱۵ شعبان ۱۴۲۷ھ)

❀❀❀

شرح حدیث جبریل
تالیف
الشیخ عبدالمحسن العباد
ترجمہ وتحقیق
حافظ زبیر علی زئی
مکتبہ اسلامیہ